سباس گل

سلسلے وار ناولٹ

فیصلہ دل کا

"اوہ... اکٹھے دو ٹائر پنکچر ہو گئے ہیں اور گاڑی اسٹارٹ بھی نہیں ہو رہی اب میں گھر کیسے جاؤں گی؟" رانیہ نے فکرمندی سے اپنی گاڑی سے باہر نکلتے ہوئے خود کلامی کی۔

"رانیہ! اینی پرابلم بیٹا؟" انگلش لٹریچر کی لیکچرار میڈم فرحت نے اس کی آواز سن کر اس کے قریب آتے ہوئے بہت خلوص اور شفقت بھرے لہجے میں پوچھا۔

"میڈم! میری گاڑی کے ٹائر پنکچر ہو گئے ہیں۔ صبح تو بالکل ٹھیک تھی یہ ضرور کسی کی شرارت ہے میری نئی کار ہے پتا نہیں کیا ہوا ہے اسٹارٹ بھی نہیں ہو رہی" رانیہ نے اپنی پریشانی بتائی۔

"تو بیٹا! آپ ایسا کریں کہ گاڑی ورکشاپ بھجوا دیں اور میرے ساتھ چلیں۔ میں آپ کو اپنی گاڑی میں گھر ڈراپ کر دیتی ہوں" میڈم فرحت نے نرم اور پر اخلاق لہجے میں پیشکش کی۔ وہ اسی طرح دوسروں کو اپنی خدمات پیش کرنے میں اپنے حسن اخلاق سے دل جیتنے میں مشہور تھیں۔ طالبات ان کی بہت مداح تھیں اور ان کی بہت عزت کرتی تھیں۔ رانیہ بھی ان میں شامل تھی۔ ان کی اس پیشکش پر اسے حیرت نہیں ہوئی تھی، خوشی ضرور ہوئی تھی پھر مروتاً کہا۔

"ٹھیک ہے میڈم! آپ کو زحمت ہوگی۔ میں کسی طرح چلی جاؤں گی"۔ "کسی طرح جانے سے بہتر نہیں ہے کہ آپ میرے ساتھ چلیں۔ ایڈمیشن فارم جمع کروا دیا

آپ نے؟"

"یس میڈم! ایڈمیشن فارم اور فیس تو میں نے جمع کرا دی ہے۔"

"بس تو پھر یہاں کھڑی کیا کر رہی ہیں۔ ورکشاپ فون کریں، چوکیدار کو بتا دیں کہ آپ کی گاڑی ورکشاپ کے آدمی کے حوالے کر دے اور آپ آ گئیں میرے ساتھ۔"

"میڈم! ابھی ورکشاپ فون کر آؤں۔ ہمارے پرانے مکینک ہیں ہم ہمیشہ وہیں سے گاڑی کی سروس کراتے ہیں۔"

"ارے کیا جائیں فون تو مجھے بھی کرنا ہے۔ میں موبائل پر بات کر لوں گی۔" میڈم فرحت نے کہا اور اپنے ہینڈ بیگ میں اپنا موبائل نکالنے لگیں۔ رانیہ آفس سے ورکشاپ فون کر آئی چوکیدار کو بھی سمجھا دیا۔

"رانیہ بیٹا! آپ گاڑی لے کر دوسرے گیٹ پر آ جائیں میں سسٹر ایجوکیشن آفس کر آؤں وہ ہفتے بھر کی چھٹی پر جا رہی ہیں۔ یہ لیں گاڑی کی چابی۔"

"اوکے میڈم!" وہ ان سے چابی لے کر گاڑی میں بیٹھی اور ان کے کہنے کے مطابق دوسرے گیٹ پر گاڑی لے آئی۔ میڈم فرحت چند لمحوں بعد باہر نکلیں اور گاڑی میں بیٹھ کر ڈرائیونگ سیٹ سنبھال لی۔

"ایگزامز کی تیاری کیسی جا رہی ہے فائنل ایئر ہے بیٹا! خوب محنت کی ضرورت ہے آپ تو ماشاء اللہ بہت ذہین اسٹوڈنٹ ہیں۔ ہمارے کالج کی اس بار بھی ٹاپ کرنے کے ارادے ہیں نا؟" میڈم فرحت نے گاڑی سڑک پر دوڑاتے ہوئے اپنے مخصوص نرم اور شیریں لہجے میں لبوں پر مسکراہٹ سجا کر کہا۔

"انشاء اللہ میڈم!" اس نے مسکراتے ہوئے جواب دیا۔

"گڈ۔" وہ مسکراتے ہوئے بولیں۔

"رانیہ بیٹا! یہاں قریب ہی میری بہن کا گھر ہے بیمار تھیں وہ کئی روز سے اسپتال میں ایڈمٹ تھیں۔ آج گھر آئی ہیں۔ ابھی میں نے فون کیا تھا۔ تو پتا چلا کہ آدھا گھنٹہ پہلے ہی گھر پہنچی ہیں۔ بیٹا! اگر آپ کو برا نہ لگے تو میں تھوڑی دیر کے لئے اپنی سسٹر کو دیکھنے رک جاؤں۔ بس زیادہ سے زیادہ آدھا گھنٹہ لگے گا اس کے بعد میں آپ کو آپ کے گھر ڈراپ کر دوں گی۔"

"کوئی بات نہیں میڈم! ابھی تو گیارہ بجے ہیں۔ میرے گھر والے بارہ بجے تک تو پریشان نہیں ہوں گے کیونکہ کالج کی چھٹی کا ٹائم ہی یہ ہے میں جلدی فارغ ہو گئی تھی۔ اس لئے گھر جانا ہی مناسب سمجھا۔" اس نے اخلاقاً مسکراتے ہوئے کہا۔

"بہت اچھا کیا بیٹا! خواہ مخواہ وقت ضائع کرنے سے کیا حاصل۔ یہ میری سسٹر کا گھر ہے۔" انہوں نے مسکراتے ہوئے کہا اور گاڑی ایک سفید گیٹ کے قریب لا کر روک دی اور ہارن بجایا تو گیٹ فوراً کھل گیا وہ گاڑی اندر لے گئیں۔

"آؤ بیٹا! آپ بھی میری سسٹر سے مل لیجئے گا۔" میڈم فرحت نے گاڑی سے اترتے ہوئے بڑے پیار سے کہا۔ تو وہ ان کی پیروی کرتے ہوئے گاڑی سے اتر گئی اور ان کے ساتھ چلتی ہوئی ایک عالیشان ڈرائنگ روم میں داخل ہو گئی۔

"انوری! او انوری!" میڈم فرحت نے ملازمہ کو آواز دی۔

"جی میڈم!" ایک نوجوان لڑکی دوڑی چلی آئی۔ لباس صاف ستھرا تھا اس کا رانیہ نے غور سے اسے دیکھا۔ سانولی رنگت والی اس لڑکی کی عمر پچیس چھبیس کے لگ بھگ لگی اسے۔

"رانیہ بیٹی! کے لئے کچھ کھانے پینے کو لاؤ۔"

"نو میڈم! اس کی ضرورت نہیں ہے۔" رانیہ نے فوراً منع کر دیا۔

"ارے ضرورت کیوں نہیں ہے۔ تم پہلی بار میری مہمان بنی ہو کیا لینا پسند کرو گی چائے، کافی یا جوس؟" انہوں نے نرمی سے پوچھا اور پھر خود ہی انوری کو کہنے لگیں۔

"انوری جاؤ رانیہ بیٹی کے لئے اورنج جوس لاؤ۔"

"اوکے میڈم!" انوری واپس چلی گئی۔

"رانیہ بیٹا! آپ یہاں بیٹھیں۔ میں اپنی سسٹر کو دیکھ آؤں۔" میڈم فرحت نے ملائمت سے کہا اور اس کے سر ہلانے پر اندر ایک کمرے کی طرف چلی گئیں۔ رانیہ ڈرائنگ روم میں لگی پینٹنگز دیکھنے لگی۔

"واؤ...... زبردست کلیکشن ہے میڈم کی سسٹر کا۔" اس نے پینٹنگ کو سراہتے ہوئے کہا۔

"مس صاحبہ! جوس لیجئے۔" انوری دو چار منٹ میں جوس کا گلاس لے کر آ گئی۔

"تھینک یو۔" رانیہ نے جوس کا گلاس اس کے ہاتھ سے لے کر کہا اور جوس کے سپ لیتے ہوئے ڈرائنگ روم میں رکھے قیمتی ڈیکوریشن پیس دیکھنے لگی۔

"او گاڈ! میری نظر کیوں دھندلا رہی ہے۔ میرا سر ...... ہائے ...... میڈ ...... م۔" وہ جوس کا آدھا گلاس حلق سے اتار چکی تھی کہ اس کی حالت خراب ہونے لگی وہ چکرا کر صوفے پر جا گری۔ اس کی آنکھیں بند ہو گئیں اور چار گھنٹے بعد جب اس کی آنکھ کھلی تو اس نے خود کو اجنبی ماحول میں دیکھا۔ ایک پرتعیش شاندار بیڈ روم میں جہازی سائز کے بیڈ پر لیٹے پایا۔

"میں کہاں ہوں؟" اس کے لبوں سے مدھم سی آواز نکلی اور یکدم سے اس کے ذہن میں دھماکہ ہوا اسے سب کچھ یاد آنے لگا کہ وہ میڈم فرحت کے ساتھ ان کی بہن کے گھر گئی تھی جوس پیا تھا اور بے ہوش ہو گئی تھی۔

"میڈم! میڈم!" رانیہ کے تمام حواس یکایک بیدار ہو گئے اور وہ چیخ چیخ کر میڈم کو پکارنے لگی دروازہ باہر سے لاک تھا اس نے دونوں ہاتھوں سے دروازہ پیٹنا شروع کر دیا۔

"میں ...... میں اغوا ہو گئی ہوں۔ مجھے میڈم فرحت نے ...... نہیں وہ ایسی تو نہیں لگتیں۔ یا اللہ! میری عزت بچانا۔ بابو تو مر جائیں گے اف ...... چار بج رہے ہیں۔ اب تک تو سارے خاندان میں میری گمشدگی کی خبر پھیل گئی ہو گی۔" وہ حالات کا تصور کرتے اور سوچتے ہوئے رو پڑی۔

"دروازہ کھولو۔ مجھے جانے دو۔ دروازہ کھولیں میڈم!" وہ چلا رہی تھی دروازہ پیٹتے پیٹتے اس کے نازک ہاتھ دکھنے لگے تھے۔ اسے باہر آدمیوں کے بولنے کی آواز سنائی دی۔ تو اس کی روح تک خوف سے کانپ اٹھی وہ تیزی سے بیڈ کی جانب آئی اپنے بچاؤ کے لئے کوئی چیز ڈھونڈنے کو چاروں جانب نظریں دوڑائیں تو اس کی نظر ایک چھوٹے سے گلدان پر پڑی اس نے گلدان اٹھا لیا وہ بہت ہلکا اور پلاسٹک کا تھا اس نے ڈریسنگ ٹیبل کے شیشے کو دیکھا اور گلدان پوری قوت سے اس پر دے مارا۔ شیشہ کئی ٹکڑوں میں تقسیم ہو کر کچھ نیچے گر گیا۔ دروازہ کھلنے کی آواز کے ساتھ ہی رانیہ نے ٹوٹے ہوئے شیشے کا بڑا ٹکڑا اٹھا لیا۔ وہ مار دو یا مر جاؤ والے مقولے پر عمل کرنے کے لئے تیار ہو گئی۔ دروازہ کھلا تو ایک ستائیس، اٹھائیس برس کا خوبرو نوجوان تھری پیس سوٹ میں ملبوس کمرے میں داخل ہوا اس کی نظر سیدھی رانیہ پر پڑی تھی۔ انیس برس کی نہایت حسین، دلکش نقوش چاندنی سی رنگت والی رانیہ کی آنکھوں سے آنسو جاری تھے اس کی چھوٹی سی پونی سے نکلے ہوئے بال اس کے چہرے پر اضطراب کے عالم میں بکھرے ہوئے تھے۔ سیاہ آنکھوں میں خوف اور آنسو بیک وقت موجود تھے۔ ہاتھوں میں ٹوٹے ہوئے آئینے کا حصہ اٹھائے وہ آنے والے کے اعصاب پر بجلی بن کر گری اور اس کے عزائم کو جلا کر راکھ کر گئی۔

"ڈرو نہیں، بے بی! تمہیں کچھ نہیں کیا جائے گا۔ یہ شیشہ رکھ دو۔" اس نے بہت نرم لہجے میں کہتے ہوئے قدم آگے بڑھائے تو وہ غصیلے اور چیختے لہجے میں بولی۔

"نہیں میں نہیں رکھوں گی۔ تم نے اگر میرے قریب آنے کی کوشش کی تو تمہیں جان سے مار دوں یا اپنے آپ کو ختم کر لوں گی۔ وہیں رک جاؤ میرے قریب

مت آنا۔"

"بے بی! میں تمہیں کچھ نہیں کہوں گا لیکن میڈم ضرور غصے ہوں گی۔" اس نے نرمی سے کہا۔

"میڈم۔۔۔!" وہ زخمی شیرنی کی طرح دھاڑی۔

"کہاں ہے وہ گھٹیا عورت میں اسے زندہ نہیں چھوڑوں گی۔ بیٹا بیٹا کہہ کر رشتوں کا تقدس پامال کرنے والی عورت اس قدر کمینے ہو تم لوگ۔ خبردار! اگر تم نے مجھے بے بی کہا۔ ان لفظوں کا استعمال تم جیسے لوگوں کو زیب نہیں دیتا۔"

"شٹ اپ!" وہ ایکدم سے غصے سے سرخ ہوتے ہوئے بولا۔ تو وہ اندر سے سہم گئی۔

"میڈم! کے سامنے اس گفتگو سے پرہیز کرنا ورنہ اپنی جان سے بھی جاؤ گی اور آن سے بھی۔ تمہاری لاش تک نہیں ملے گی تمہارے وارثوں کو خاموش رہو گی تو واپس اپنے گھر عزت سے پہنچا دی جاؤ گی۔"

"عزت سے۔۔۔۔" اس نے روتے ہوئے تلخی سے کہا۔

"گھر سے ایک رات باہر رہنے والی لڑکی کی کیا عزت رہ جاتی ہے اس معاشرے میں۔"

"دیکھو بے بی!"

"ڈونٹ کال می بے بی!" اس نے غصے سے اس کی بات کاٹ کر کہا۔

"ٹھیک ہے لیکن یہ شیشہ رکھ دو، کوئی فائدہ نہیں ہوگا تمہیں۔ تمہاری قیمت وصول کی جائے گی اور پھر واپس بھیج دیا جائے گا۔ اگر تمہارے گھر والے قبول نہیں کریں گے تو تمہیں آگے بیچ دیا جائے گا۔ مال دونوں صورتوں میں وصول ہوگا اس لئے کوئی حماقت مت کرنا میڈم جو کہیں چپ چاپ کرتی جانا۔"

"میرے نانو تو مر جائیں گے۔ کچھ تو رحم کریں مجھ پر مجھے جانے دیں پلیز۔" وہ اس کی بات سن کر بے بس ہو کر بولی۔

"میں تمہیں تمہارے نانو کے پاس پہنچا دوں گا پہلے یہ شیشہ رکھو شاباش اچھی بچی ہو نا تم۔ لاؤ مجھے دو۔" وہ نرمی سے اسے بالکل چھوٹے بچوں کی طرح ٹریٹ کر رہا تھا۔ وہ ایک قدم پیچھے ہٹ گئی اور روتے ہوئے بولی۔

"نہیں! مجھے تمہارا اعتبار نہیں ہے تم بھی تو۔۔۔۔ میڈم کے آدمی ہو۔ تم بھلا مجھے کیوں یہاں سے نکالنے لگے؟ مرد تو ویسے ہی اعتبار کے لائق نہیں ہوتے۔"

"آدمی ہوں میں تو کیا چاہتی ہو تم کہ میں ثابت کروں کہ میں مرد بھی ہوں بولو!" اس کی مردانگی اور غیرت پر چوٹ پڑی تھی وہ غصے سے تیز لہجے میں بولا اور اس کے ہاتھوں سے شیشہ ایک سیکنڈ میں لے لیا وہ خوف سے چیخ پڑی۔

"ن۔۔۔۔ نہیں پلیز آپ ایسا نہیں کریں گے۔" وہ روتے ہوئے منت بھرے لہجے میں بولی۔

"کیوں؟ کیوں نہیں کروں گا۔ جبکہ میرا اعتبار بھی نہیں ہے کیونکہ میں مرد ہوں تو کیوں نا۔۔۔۔ میں عملی ثبوت پیش کر دوں تمہیں ہاں۔" وہ بدستور غصے سے بولا۔

"نہیں۔۔۔ آ۔۔۔ آپ تو شریف مرد ہیں۔ پلیز مجھے۔۔۔۔ کچھ مت کیجئے گا گناہ ہوتا ہے اللہ میاں ناراض ہوتے ہیں۔" اس نے خوف اور معصومیت سے کہا تو وہ اس کی معصومیت پر گھبراہٹ پر بے اختیار رخ پھیر کر مسکرا دیا۔

"آپ گناہ سے بچنا اور بچانا چاہتی ہیں تو چپ چاپ نکاح نامے پر سائن کر دیجئے گا میڈم! باقی باتیں آپ کو بتا دیں گی۔" اس نے مدھم آواز میں کہا تو اس پر پہاڑ ٹوٹ پڑا۔ وہ دل تھام کر بیڈ کے کنارے پر بیٹھ گئی۔

"نکاح۔۔۔۔!" اس کے لبوں سے بہت دیر بعد یہ لفظ ادا ہوا۔

"ہاں تمہارا نکاح حسن رضا کے ساتھ ہوگا۔" میڈم فرحت کمرے میں داخل ہوتے ہوئے بولیں تو رانیہ کا خون کھولنے لگا مگر بولنے کی ہمت نہ کر سکی وہ اسی نوجوان

سے مخاطب تھیں۔

"حسن! یہ اس لڑکی کی فائل ہے اس میں تمام بائیو ڈیٹا درج ہے تم اسٹڈی کر لو اور اسے سمجھا دو۔ کل رات تمہارا اس کے ساتھ نکاح ہوگا۔ اور اس کے بعد تمہیں اسے لے کر کہاں جانا ہے یہ بھی اس فائل میں تحریر ہے کوئی بات سمجھ میں نہ آئے تو مجھ سے پوچھ لینا اور دیکھو پہلے کی طرح اس بار بھی کام بہت ہوشیاری سے کرنا ہے۔ اس بار مال بہت سچا اور انمول ہے۔ دام بھی اسی حساب سے لگیں گے۔ دو کروڑ کا تاوان بھی کم ہے اس سندر گڑیا کا اس کے وارثوں کو فون کر دینا انڈر اسٹینڈ؟"

"یس میڈم!" حسن رضا نے تابعدار ملازم کی طرح کہا تو رانیہ کا دل چاہا کہ اس کا منہ نوچ لے۔

"ابھی کہہ رہا تھا کہ میں تمہیں یہاں سے نکالوں گا اور اب"۔ اس نے سوچا۔

"یہ ڈریسنگ ٹیبل کا شیشہ کس نے توڑا ہے؟" میڈم فرحت نے ڈریسنگ ٹیبل دیکھ کر پوچھا۔

"میں نے توڑا ہے اور میں تمہیں بھی توڑ دوں گی مکار عورت تعلیم کے پیچھے کو بدنام کر رہی ہو تم کتنے روپ ہیں تمہارے"۔ رانیہ یکدم سے غصے سے پھٹ پڑی تو وہ ہنس پڑیں۔

"نہ نہ رانیہ بیٹی! اتنا غصہ نہیں کرتے تمہارے لئے اچھا نہیں ہے تم پہلی بار ہماری مہمان بنی ہو آرام سے یہاں رہو، کھاؤ پیو عیش کرو۔" میڈم فرحت نے اس کے گال چھو کر پچکارتے ہوئے کہا۔

"کیوں لائی ہو تم مجھے یہاں تم نے مجھے کڈنیپ کیا ہے۔" وہ چلائی۔

"تم کچھ بھی سمجھ لو۔ ہم تو تمہیں مہمان بنا کر لائے ہیں تمہارے نانو اور ماموں سے دو کروڑ لیں گے اور تمہیں ان کے حوالے کر دیں گے مگر نہیں۔۔۔ تم تو بہت حسین ہو۔ بڑی بڑی خوبصورت اور ہوشربا لڑکیاں میری نظر سے گزری ہیں لیکن تم تو ان سب کی ملکہ ہو۔ تمہارے لئے میں کچھ اور سوچ رہی ہوں۔ کیا خیال ہے تمہیں امریکا یا لندن نہ بھیج دیا جائے ہمارا کام بھی چلتا رہے گا اور تمہیں ایڈا سے ماڈل گرل شہرت اور دولت بھی مل جائے گی اگر تم چاہو تو۔" وہ بہت سفاکی اور سازشی انداز میں بولیں تو رانیہ بھوکی شیرنی کی طرح اس پر لپک پڑی ان کے بال پکڑ لئے۔

"میں تمہیں ایسا نہیں کرنے دوں گی گھٹیا عورت"۔

"او یو ایڈیٹ! چھوڑو مجھے۔" میڈم فرحت اس اچانک حملے پر بوکھلا گئیں اور بمشکل اسے اپنے سے الگ کیا اور ایک زوردار طمانچہ اس کے گال پر جڑ دیا وہ صدمے خوف، بھوک اور تھپڑ کے اثر سے چکرا کر بیڈ پر جا گری اور بے ہوش ہو گئی۔

"حسن! اسے ہوش میں لاؤ۔ اب یہ تمہارا ہیڈک (دردِ سر) ہے اسے سمجھا دو سب کچھ بہت تیز لڑکی ہے یہ تو دیکھنے میں تھی ڈرپوک اور معصوم لگتی ہے مگر شیرنی کی طرح جھپٹی ہے مجھ پر۔ اس پر کڑی نظر رکھو اور اپنے طریقے سے رام کر لو۔ میں نے ابھی فیصلہ کیا ہے کہ اس کے گھر والوں سے دو کروڑ کی ڈیمانڈ پوری ہونے کے بعد بھی اسے ان کے حوالے نہیں کروں گی۔ چنگیزی سیٹھ کو ایسے مال کی تلاش تھی میں اسے اس کے حوالے کروں گی اور مزید دو کروڑ وصول کروں گی۔ مال اچھا ہے دام بھی منہ مانگے ملیں گے۔" میڈم فرحت نے اپنے بالوں اور ساڑھی کو درست کرتے ہوئے تیزی سے کہا۔

"او کے میڈم! آپ مطمئن رہیں کام ہو جائے گا۔" حسن نے انہیں یقین دلایا۔

"گڈ! اسے کھانا وغیرہ کھلا دینا۔ تاکہ فریش رہے میں ذرا اس کے گھر والوں کو اس کی خیریت کی اطلاع کر دوں بے چارے پریشان ہو رہے ہوں گے۔" میڈم فرحت نے بے سدھ پڑی رانیہ پر نگاہ ڈال کر کہا اور مسکراتے ہوئے کمرے سے باہر نکل گئیں۔ حسن رضا نے اس کی فائل جو اسے میڈم فرحت نے دی تھی۔ کھول کر

پڑھی اور اس کے چہرے کو دیکھا فائل ایک طرف رکھ کر اس نے گلاس میں سے تھوڑا سا پانی اپنی ہتھیلی میں بھرا اور رانیہ کے چہرے پر چھینٹے مارے وہ تب بھی یونہی بے سدھ پڑی رہی۔

"اٹھو جاؤ رانیہ اسد' رانیہ بی بی اٹھو۔" حسن نے دوبارہ چھینٹے مارے تو اس نے آہستہ سے سر ہلایا اور چند سیکنڈ میں آنکھیں کھول دیں۔ حسن کا دل اس کی آنکھوں میں پھیلے خوف اور دکھ کے آنسوؤں میں ڈوب گیا۔ پتا نہیں کیوں یہ لڑکی اسے اندر سے ہلا رہی تھی۔ جھنجھوڑ رہی تھی۔ نئے اور لطیف جذبے جگا رہی تھی اس کے دل میں وہ اسے اس چنگل سے باعزت اور باحفاظت نکالنے کا فیصلہ کر چکا تھا۔

"مجھے جانے دیں پلیز!" رانیہ نے اٹھتے ہوئے روتے ہوئے کہا۔

"کیا کہا تھا میں نے تم سے میڈم جو کہیں چپ چاپ مان لینا۔ بولنے اور چیخنے چلانے کا نتیجہ دیکھ لیا ہے ایک تھپڑ تک تو تم سہہ نہیں سکیں۔" وہ بظاہر بہت نرم انداز میں کہہ رہا تھا مگر رانیہ کو اس کا لہجہ سخت محسوس ہوا۔

"مجھے آج تک کسی نے نہیں مارا تھا"۔ وہ روتے ہوئے بولی۔

"چلو جو ہوا سو ہوا اب حوصلہ رکھو اور پانی پیو۔" اس نے پانی کا گلاس اسے تھمایا تو اس نے دو گھونٹ پانی پی کر گلاس واپس کر دیا۔

"تم شاید واپس اپنے گھر نہ جا سکو میڈم نے تمہیں آگے بیچنے کا فیصلہ کر لیا ہے"۔

"نہیں پلیز! مجھے بچا لیں۔ آپ...... جو کہیں گے میں کروں گی مجھے نانو کے پاس چھوڑ آئیں"۔ وہ اس کا ہاتھ پکڑ کر روتے ہوئے بولی تو اس نے بہت مدھم آواز میں کہا۔

"میڈم جو کہیں وہ کرو یہ نکاح نامے پر دستخط کر دو باقی آگے میں سنبھال لوں گا رانیہ اسد جو تم جیسا نام ہے شیر جیسی بہادر ہو گی تو حالات کا مقابلہ کر سکو گی"۔

"میرے نانو تو مر جائیں گے میرے بغیر۔ وہ مجھ سے بہت پیار کرتے ہیں۔ عاشی بھی بہت روئی ہو گی۔ سوائے ممانی کے سب پریشان ہوں گے"۔ وہ روتے ہوئے بولی تو حسن کو بہت دکھ ہوا۔ اس کی فائل پڑھ کر اسے معلوم ہو گیا تھا کہ اس کے والدین کا انتقال ہو چکا ہے اور وہ اپنے والدین کی دو فیکٹریوں اور عالیشان بنگلوں' گاڑیوں اور دیگر جائیداد کی تنہا وارث تھی وہ اپنے نانو اور ماموں کے ساتھ رہ رہی تھی اور جس بنگلے میں وہ رہ رہی تھی وہ بھی اس کے نام ہی تھا بہت دولت مند تھی وہ اور میڈم فرحت ایسے ہی شکار پھنسایا کرتی تھی۔ اور شکار کو بہت پر آسائش ماحول میں رکھتی تھیں جیسے رانیہ اسد شاندار بیڈ روم میں موجود تھی۔

"رانیہ! سب ٹھیک ہو جائے گا۔ واش روم میں جائیں منہ ہاتھ دھو لیں اس کے بعد کھانا کھا کر سو جایئے گا"۔ حسن نے نرمی سے کہا۔

"مجھے بھوک نہیں ہے"۔

"کیا کہا ہے میں نے انہیں"۔ وہ ڈپٹ کر بولا تو وہ جلدی سے پلنگ سے اتر گئی۔

"آپ تو نہ ڈانٹیں مجھے ڈر لگ رہا ہے"۔ وہ روتے ہوئے بولی تو حسن کو اس پر بے اختیار رحم اور پیار آنے لگا دل کی دھڑکنوں کے انداز کو وہ سمجھ سکا۔

"سوری آئندہ نہیں ڈانٹوں گا چلیں منہ ہاتھ دھو کر آ جائیں"۔ حسن نے بہت نرمی سے کہا۔ تو وہ کمرے سے ملحق واش روم میں چلی گئی وہ اس کی فائل دیکھنے لگا۔

"سر کھانا"۔ میڈم کی وفادار انوری اس وقت جدید تراش خراش کے لباس میک اپ اور اپنے منفرد اسٹائل کے ساتھ موجود تھی۔ ٹرالی میں کھانا لائی تھی۔ رانیہ منہ ہاتھ دھو کر باہر نکلی تو اسے دیکھ کر فوراً پہچان گئی۔ اس نے بھی اسے مسکرا کر دیکھا تھا۔

"رکھ دیں مس رینا!" حسن نے اس کی طرف دیکھ کر کہا۔

"یہ رینا تو نہیں یہ انوری ہے"۔ رانیہ نے اسے دیکھتے ہوئے کہا تو حسن نے ہاتھ کے اشارے سے اور پھر اپنے لبوں پر شہادت کی انگلی رکھ کر اسے خاموش کرا دیا۔

"جائیں مس رینا صبح ناشتہ لے کر آیئے گا"۔ حسن نے رینا سے کہا تو وہ مسکرا دی۔

"او کے سر! گڈ نائٹ"۔ وہ مسکراتی ہوئی چلی گئی۔

"بیٹھیں کھانا کھائیں"۔ حسن نے رانیہ کی طرف دیکھتے ہوئے کہا تو وہ صوفے پر بیٹھ گئی۔

"رانیہ! آپ اسے پہچان کر بھی کچھ نہیں کہہ سکتیں۔ پلیز خاموشی سے کھانا کھائیں"۔

"آپ میری..." اس نے ابھی اتنا ہی کہا تھا کہ حسن نے اس کی بات کاٹ دی کیونکہ وہ سمجھ گیا تھا کہ وہ کیا کہنا چاہ رہی ہے اس لئے نرمی سے بولا۔

"پلیز اب پھر سے وہی بات مت دہرایئے گا ورنہ میں آپ کی کوئی مدد نہیں کروں گا"۔

"ایسا مت کہیں پلیز! میں اب کچھ نہیں کہوں گی"۔ وہ سہم کر بولی اسے اس کی شرافت پر یقین تھا۔ اسی لئے وہ اسے کھونا نہیں چاہتی تھی اس کی مدد چاہتی تھی یہاں سے باعزت طور پر نکلنے کے لئے۔

"ہاں تو کہنا ہو گی آپ کو تین بار"۔ وہ شرارت سے مسکراتے ہوئے بولا تو اس نے نظریں جھکا لیں۔

"اتنا بڑا قدم اپنوں کی موجودگی کے بغیر کیسے اٹھا پاؤں گی"۔ وہ سوچ رہی تھی حسن اس کے چہرے کے تاثرات سے اس کی سوچ پڑھنے کی کوشش کر رہا تھا کہتے ہوئے بولا۔

"جب بات زندگی' موت اور عزت کی آ جائے تو انتہائی قدم بھی اٹھانا پڑ جاتا ہے اور حرام کو حلال بھی کرنا پڑتا ہے۔ یہ نکاح چند روز کا ہو گا اور پھر آپ اپنی منزل پر پہنچ کر آزاد کر دی جائیں گی بلکہ کسی اور کی قیدی بنا دی جائیں گی۔ کیونکہ خریدی اور بیچی گئی چیز کے ساتھ تو ایسا ہی سلوک ہوتا ہے"۔

"تو کیا آپ مجھے......" وہ پھر سے رو پڑی وہ اس کے قریب آ کر مدھم آواز میں بولا۔

"ایسا سوچیے گا بھی مت۔ میں اپنی جان پر کھیل کر آپ کی آن بچاؤں گا۔ انشاء اللہ آپ ان لوگوں کے مکروہ دھندے کی بھینٹ نہیں چڑھ سکیں گی۔ نکاح کام کرنے اور دوسروں کے شک و شبے سے بچنے کے لئے ہو گا۔ چلیں اب کھانا کھائیں جان بنائیں حالات کا مقابلہ کرنے کے لئے خود کو تیار کریں"۔ رانیہ نے اپنے آنسو پونچھ لئے وہ چاہتے ہوئے اس پر یقین کرنے پر مجبور ہوئی تھی وہ چند لقمے کھانے کے بعد رک گئی اسے نانو یاد آ رہے تھے۔

"کیا ہوا کھانا کیوں نہیں کھا رہیں؟" حسن نے پوچھا تو اس نے بھرائی آواز میں کہا۔

"نانو نے بھی کھانا نہیں کھایا ہو گا۔ وہ میرے بغیر کھانا نہیں کھاتے"۔

"کھا لیں گے ان کے پاس ان کی پوتی' بہو بیٹا ہیں وہ انہیں کھانا کھلا چکے ہوں گے۔ لیکن آپ کو کوئی زبردستی نہیں کھلائے گا اس لئے میری نصیحت مانیئے میڈم کے ساتھ آپ نے جو مار کھائی ہے اس کے بعد وہ آپ پر سختی کریں گی نرمی نہیں"۔

"کر لیں جتنی سختی کرنی ہے۔ قبر کے سخت ترین عذاب سے نہیں بچ سکیں گی میڈم"۔ وہ غصے سے بولی تو وہ ہنس پڑا اور دروازہ بجنے پر اٹھ کر دروازے تک آیا وہ کھانے کی کوشش کرنے لگی۔

"کیا بات ہے اچھو؟" حسن نے دروازہ کھول کر اندر آنے والے شخص سے پوچھا۔

"بات تو کوئی نہیں ہے بس یونہی دل چاہا کہ آج کی حسینہ عالم کے رخ روشن کا دیدار کر لوں۔ یار کیا ہیرا ڈھونڈا میڈم نے بڑی حسن شناس نظر رکھتی ہیں اپنی میڈم' تم بھی خیال رکھنا کہیں بہک نہ جانا"۔ اچھو نے رانیہ کو دیکھتے ہوئے خباثت سے کہا تو رانیہ کا دل چاہا کہ سالن کا ڈونگا اٹھا کر اس کے منہ پر دے مارے مگر

وہ اس پوزیشن میں نہیں تھی سو چپ رہی جبکہ حسن کا تو خون کھول اٹھا اس کا بس چلتا تو وہ امجد کے چہرے پر تیزاب انڈیل دیتا۔ لیکن مصلحتاً خاموش رہا کہ وہ اس معاملے میں کسی قسم کی غیر معمولی دلچسپی یا جذباتی پن ظاہر کر کے اپنا منصوبہ خراب نہیں کرنا چاہتا تھا اور امجد تو آوارہ مزاج تھا ہی اس کی باتیں وہ ہمیشہ کی طرح اب بھی برداشت کر گیا۔

''یہ کوئی پہلا کیس نہیں ہے پہلے بھی بہکا ہوں جواب''۔ حسن نے لاپروا انداز میں کہا۔

''ہاں لیکن اس بار مال بہت زیادہ قیمتی اور خوبصورت ہے دل میں بے ایمانی آتے آتے دیر تھوڑی لگتی ہے مجھے میرا دل بے ایمان ہو رہا ہے یار اگر تم کچھ جام دے دو تو...... ویسے بھی مفت کی شراب کے بری لگتی ہے''۔ وہ بہت کمینگی سے بولا۔ تو رانیہ کے ہاتھ شیشے کی طرف بڑھ گئے۔

''مفت کی نہیں دو کروڑ کی ہے یہ شراب''۔ حسن نے اپنا غصہ ضبط کرتے ہوئے کہا۔

''دفعہ ہو جاؤ یہاں سے گھٹیا آدمی''۔ رانیہ کا ضبط جواب دے گیا اس نے شیشہ اٹھا کر امجد کے پاؤں پر دے مارا۔ وہ اچھل کر پیچھے ہٹا۔

''جاؤ امجد! کیوں گیم خراب کرنے پر تلے ہو میڈم کو ذرا سی بھی بھنک پڑ گئی تو جاب سے بھی جاؤ گے اور اپنی جان سے بھی''۔ حسن نے تیزی سے کہا اسے رانیہ کی کیفیت کا بخوبی اندازہ تھا۔

''جاتا ہوں بڑی آفت چیز ہے بھئی کیا توپ چلائی ہے''۔ امجد خباثت سے ہنستے ہوئے بولا اور کمرے سے باہر نکل گیا۔ حسن نے دروازہ بند کر کے رانیہ کی طرف دیکھا جو غصے سے سرخ چہرہ لیے کھڑی تھی۔ نچلا ہونٹ دانتوں تلے دبا رکھا تھا اس کی آنکھیں شعلے برسا رہی تھیں۔

''تم اپنے غصے اور رونے پر قابو کرو۔ امجد کی نیت میں فتور ہے دروازہ اندر سے لاک کر کے سو جاؤ اور میرے یا میڈم کے علاوہ کوئی دروازہ بجائے یا آواز دے تو ہرگز دروازہ نہیں کھولنا''۔ وہ اس کے قریب آ کر آہستگی سے بولا۔

''مجھے نیند نہیں آئے گی وہ گھٹیا شخص اگر کسی طرح کمرے میں گھس آیا تو......''

''ڈونٹ وری میں اسے میڈم سے کہہ کر یہاں سے ہٹا دوں گا''۔ تم پلیز اپنے آپ کو نقصان مت پہنچانا''۔ وہ اسی لہجے میں آہستہ سے بولا۔

''اور اگر مجھے نقصان پہنچایا اس نے یا کسی اور نے تو......'' وہ خوفزدہ لہجے میں بولی۔

''میں قریب ہی رہوں گا ایسا کچھ نہیں ہونے دوں گا چلو اب دروازہ لاک کر لو اور کھانا کھا کر سونے کی کوشش کرو کل رات کو ہماری ملاقات ہوگی بائے''۔ وہ اسے حوصلہ دیتا کمرے سے چلا گیا۔ تو اس نے فوراً دروازہ اندر سے لاک کر لیا۔

☆—☆—☆—☆—☆

رانیہ اسد بہت دولت مند والدین کی اکلوتی بیٹی تھی والد اسد خان دو سال پہلے ہارٹ اٹیک کے باعث انتقال کر گئے تھے اور والدہ تین برس پہلے وفات پا گئی تھیں اسد خان کو اپنی عزیز بیوی کی موت نے ہی ایک سال میں موت کے منہ میں دھکیل دیا تھا۔ رانیہ کے نانا عاصم خان اور ماموں نجیب خان اسے اپنے گھر لے آئے وہ گھر رانیہ کے نانا عاصم خان کا تھا۔ جو انہوں نے رانیہ کے نام بہت پہلے کر دیا تھا۔ نجیب ماموں کی بیوی سلمیٰ مامی کو اس بات کا بہت قلق تھا اسی لئے وہ رانیہ سے چڑتی تھیں۔ ان کے دو بچے تھے حسیب بڑے بیٹے تھے۔ شادی شدہ اور تین بچوں کے باپ تھے۔ ان کی بیوی نزہت بہت اچھی خاتون تھیں۔ رانیہ سے بھی ان کی خوب دوستی اور محبت تھی۔ ماشی رانیہ کی ہم عمر تھی۔ دونوں میں بچپن سے ہی بہت دوستی اور محبت تھی۔ رانیہ کے والدین کی زندگی میں بھی ماشی کا زیادہ وقت رانیہ کے گھر اس کے ساتھ ہی گزرتا تھا۔ اب دونوں بی اے فائنل ایئر کے امتحان کی تیاری کر رہی تھیں۔ ماشی سلمیٰ مامی کے ساتھ کسی رشتے دار کے گھر گئی تھی اس لئے رانیہ اپنی اور اس کی ایڈمیشن فیس اور فارم اکیلے ہی جمع کرانے کالج گئی تھی۔ اور اس کے ساتھ یہ حادثہ پیش آ گیا تھا۔

عاصم خان رانیہ کے نانا اسے بہت زیادہ چاہتے تھے اسے اپنی مرحومہ بیٹی کی قیمتی نشانی سمجھ کر اس کا بہت خیال رکھتے تھے وہ ہی تھے جنہوں نے اسے ماں باپ کی موت کے بعد اپنے شفقت اور محبت بھرے سینے میں چھپایا تھا۔ اس کے ننھے دل کو حوصلہ دیا تھا۔ اس کے آنسوؤں کو اپنے دامن میں سمیٹا تھا۔ اس کی ذرا سی تکلیف انہیں بے چین کر دیا کرتی اب جبکہ وہ اغوا ہو چکی تھی ان سے میڈم فرحت نے فون کر کے دو کروڑ کی ڈیمانڈ بھی کر دی تھی تو وہ بے حد نڈھال ہو کر کرسی پر گر گئے تھے۔ ماشی روئے جا رہی تھی پولیس کو وہ بتا نہیں سکتے تھے کہ میڈم فرحت نے سنگین نتائج کی دھمکی دی تھی سبھی بہت پریشان تھے۔

''دادا جان! انہیں دو کروڑ دے دیں ہماری رانیہ سے اچھے تو نہیں ہیں پیسے''۔ ماشی نے روتے ہوئے کہا تو حسیب بھائی نے بھی اس کی بات کی تائید کی۔

''جی دادا جان! اجان پچیس سو لاکھوں پائے دے دیں تم اور رانیہ کو بازیاب کرا لیں''۔

''ساری دولت بھی انہیں دے دوں گا میری معصوم بچی سے تو کچھ بھی پیارا نہیں ہے۔ یا اللہ! رانیہ بیٹی کی حفاظت کر۔ اس نے تو کوئی خوشی بھی نہیں دیکھی ماں باپ کی موت کے صدمے کیا کم جان لیوا تھے کہ اب یہ سانحہ بھی اس پر گزر گیا''۔ عاصم خان نے روتے ہوئے کہا تو نجیب خان نے ان کے شانے پر ہاتھ رکھ کر انہیں حوصلہ دیا۔

☆—☆—☆—☆—☆

''رانیہ بے بی یہ ڈریس پہن کر تیار ہو جاؤ مولوی صاحب آتے ہی ہوں گے تمہارا اور حسن رضا کا نکاح پڑھانے''۔ میڈم فرحت نے اگلی شام رانیہ کے سامنے ایک بہت ہی شاندار اور قیمتی سوٹ رکھتے ہوئے حکم جاری کیا۔

''لیکن کیوں؟'' وہ رو پڑی۔

''تم کوئی سوال نہیں کرو گی اب جاؤ کپڑے تبدیل کر لو تمہارا بیوٹیشن تمہیں تیار کرنے آ چکی ہے''۔ میڈم فرحت نے غصے سے کہا تو ناچار اسے اٹھنا پڑا۔ شاور لے کر وہ فریش تو ہو گئی۔ لیکن لباس پہننے کے بعد اسے خود سے بے حد شرم آئی بہت ہی ماڈرن ڈیزائننگ تھی لباس کی۔ سرخ اور سیاہ ویلوٹ کا نہایت تنگ کامدار لباس تھا۔ فل آستین تھے۔ لیکن اس کے دودھیا بازو ان میں سے جھانک رہے تھے۔ وہ بہت ڈیسنٹ اور پروقار نظر آنے والا فیشن کرتی تھی ایسی بے حیائی تو اس نے کبھی نہ اپنائی تھی لیکن یہاں اپنانی پڑ رہی تھی۔ بیوٹیشن نے اس کے حسن کو مزید نکھار دیا تھا۔ کمرے میں ہی نہیں کمرے کے باہر بھی ڈرائنگ روم میں بھی ایسا ماحول پیدا کیا گیا تھا کہ کسی کی شادی کا گمان ہو رہا تھا۔ وہ دلہن بن چکی تو میڈم فرحت اور اس کا نام نہاد شوہر نقلی نکاح خواں مولوی صاحب کو لے آئے۔ میڈم فرحت نے خود کو رانیہ کی خالہ بتایا اور گواہوں کے نکاح نامے میں دستخط کر دیئے۔ رانیہ نے روتے ہوئے کانپتے ہاتھوں سے نکاح نامے پر دستخط کر دیئے قبول و ایجاب کی رسم ادا ہو گئی مہمانوں کو ڈرائنگ روم میں مشروبات اور دیگر لوازمات سے نوازا جانے لگا۔ رانیہ نے روتے ہوئے آئینہ دیکھا۔ وہ کس قدر قیامت ڈھا رہی تھی۔ رانیہ اسد سے وہ ایک منٹ میں ''رانیہ حسن رضا'' بنا دی گئی تھی۔ اسے ڈیڈی، نانو، ماشی سب بہت شدت سے یاد آ رہے تھے اور وہ بلک بلک کر رو رہی تھی۔

''خدا را رو رو کر تم نے سارا میک اپ خراب کر لیا ہے چپ ہو جاؤ''۔ میڈم فرحت نے آ کر اسے روتے دیکھا تو غصے سے بولیں وہ بری طرح سہم گئی اور سسکیوں کو اپنے اندر دبا لیا۔ میڈم فرحت کے آرڈر پر بیوٹیشن نے دوبارہ اس کا میک اپ درست کیا۔ وہ سب کمرے

سے چلی گئیں تو اسے گھبراہٹ ہونے لگی۔ آگے کیا ہونے والا ہے اسے کچھ خبر نہیں تھی۔ وہ حسن کے بارے میں سوچنے لگی۔

"کیا وہ سچ مچ میری مدد کرے گا۔ اگر وہ اچھا ہے تو ان لوگوں کے ساتھ کیوں ہے؟"

"کیسی ہو رانیہ!" حسن رضا کی آواز پر اس کی سوچوں کا جال ٹوٹ گیا وہ سیاہ تھری پیس سوٹ میں بے حد وجیہہ لگ رہا تھا۔ وہ اسے دیکھتے ہی اس کے قریب آتے ہوئے معصومیت سے بولی۔

"انہوں نے آپ سے میری شادی کر دی ہے۔"

"مجھے معلوم ہے۔" وہ اس کی اس بچکانہ بات پر بے اختیار ہنس پڑا۔

"اب کیا ہوگا؟" وہ اس کی ہنسی نظر انداز کرتے ہوئے پریشانی سے پوچھ رہی تھی۔ یہ دیکھے بغیر کہ وہ اس کے حسن و جمال کے سامنے کتنا بے بس ہو رہا تھا خود پر اپنے دل پر جذبات اور احساسات پر جبر کر رہا تھا اسے بے حد وارفتگی سے دیکھ رہا تھا۔

"انشاء اللہ سب اچھا ہوگا۔ مجھ پر یقین ہے نا تم کو؟" حسن نے آہستگی سے پوچھا۔

"جی۔" اس نے سر ہلایا تو وہ مسکرا دیا اور بولا۔

"اپنے کالج کے کپڑے کالج بیگ میں رکھ لو۔ تھوڑی دیر میں ہم یہاں سے نکل پڑیں گے۔"

"کہاں جانا ہے؟"

"سوال نہیں کرنا رانیہ! جو میں کہوں فوراً عمل کرتی جاؤ اس یقین کے ساتھ کہ میں تمہارا بھلا چاہتا ہوں۔ برا نہیں کروں گا تمہارے ساتھ اور نہ برا ہونے دوں گا۔" اس نے مدھم آواز میں کہا تو اس نے نظر جھکا کر آہستگی سے کہا۔

"ٹھیک ہے آپ بہت اچھے ہیں۔"

"آپ بھی بہت اچھی ہیں۔" اس نے دل سے کہا تو ایک نظر اس پر ڈال کر پھر سے نظریں جھکا کر پلکیں جھپکتے ہوئے بولی۔

"میں ایسے تو باہر نہیں جاؤں گی آپ مجھے کوئی چادر لا کر دیں نا۔"

"چادر۔" حسن نے اس کے حسین سراپے کو بھرپور اور گہری ستائشی نگاہ سے دیکھا۔

"دیکھ لیں رہ رہ ہیں نا ہیں کتنا وا ہیات ہے میڈم کی طرح۔" اس نے شرم اور غصے سے دبے دبے لہجے میں کہا۔ تو اسے ہنسی آ گئی ساتھ ہی اس کم عمر لڑکی کے خیالات جان کر خوشی بھی ہوئی اسے اپنی زینت کا حجاب کا کتنا خیال تھا۔ ورنہ تو آج کل کی الٹرا ماڈرن لڑکیاں برائے نام ہی لباس پہنا کرتی ہیں دوپٹہ تو سر سے غائب ہی ہو گیا ہے۔ مغربی طرز کا لباس پہننا فیشن بن گیا ہے۔

"رانیہ آپ کو کوئی نہیں دیکھے گا سوائے میرے۔ میں آپ کی جانب اٹھنے والی ہر میلی آنکھ پھوڑ ڈالوں گا۔ دوپٹہ اپنے گرد پھیلا لیجئے گا۔ میڈم سے چادر کی فرمائش مت کیجئے گا۔ کیونکہ میڈم تو آپ جیسی حسین لڑکیوں کو ملک سے باہر اسمگل کرتی ہیں۔ وہاں ڈانس کرائی جاتی ہے اور بھی بہت کچھ ہوتا ہے۔ خدا آپ کو محفوظ رکھے۔" اس نے بہت آہستگی سے کہا تو وہ خوف سے پیلی پڑ گئی۔ اس نے بے بسی سے اس کے چہرے کو دیکھا۔ تو حسن نے اس کا شانہ تھپک کر اسے تسلی دی اور باہر چلا گیا۔ اسے اپنے شانے پر حسن کے ہاتھ کا لمس حفاظت کی کڑی محسوس ہو رہا تھا اس نے اللہ سے دعا مانگی اور جتنی سورتیں یاد تھیں پڑھ کر اپنے اوپر پھونک لیں اب وہ مطمئن تھی اللہ پر اس کے اس بندے پر یقین کر کے۔ اس نے خود کو مضبوط بنانے کی کوشش شروع کر دی۔ آخر اب بھی حسن کے ساتھ میڈم فرحت کے چنگل سے فرار ہونے کا خطرہ بھی تو مول لینا تھا۔

☆—☆—☆—☆—☆

"یہ تم دونوں کے پاسپورٹ ہیں حسن! چنگیزی سیٹھ کے بنگلے پر پہنچ کر مجھے فون کر دینا۔ اگلی رات تم رانیہ کو لے کر امریکا روانہ ہو جاؤ گے اور رانیہ کو طلاق دے کر

واپس آ جاؤ گے تمہارا مشن مکمل ہو جائے گا۔ چنگیزی سیٹھ بھی کل رات کی فلائٹ سے امریکا جا رہا ہے۔ مال پہنچتے ہی مجھے انفارم کر دینا۔" میڈم فرحت نے کمرے میں حسن کے ساتھ داخل ہو کر اسے دو پاسپورٹ دیتے ہوئے ہدایات دیں۔

"اوکے میڈم! ایسا ہی ہوگا میڈم رانیہ کے نانو نے کیا جواب دیا؟" حسن نے پوچھا۔

"وہ دو کروڑ دینے کے لئے تیار ہیں ہم کل ان سے دو بارہ بات کریں گے۔"

"لیکن آپ تو مجھے امریکا بھیج رہی ہیں پھر میرے نانو کو دھوکا دے کر کیوں پیسے لینا چاہتی ہیں؟" رانیہ نے غصے سے کہا۔

"مائی سویٹ بے بی! ہمارے بزنس میں یہ سب چلتا ہے۔ اب دیکھو تمہارا ہے ہی کون نانا، نانی، ماں، باپ نہ بھائی بہن تمہارے واپس نہ جانے سے کسی کو کوئی فرق نہیں پڑے گا۔ تمہارے نانو اگر مر بھی گئے تو کیا ہوا اب ان کی عمر بھی کافی ہو چکی ہے بہت جی لئے ہیں تمہاری جدائی میں مر جائیں تو اچھا ہے نا۔" میڈم فرحت نے اس کی ٹھوڑی پکڑ کر بہت بے حسی اور سفاکی سے کہا۔

"تم بہت سفاک اور شاطر عورت ہو بہت بے حس ہو تم۔" وہ غصے سے بولی۔

"امریکا جاؤ گی وہاں کی رنگینیوں میں کھو کر سب بھول جاؤ گی جاؤ شاباش حسن اسے لے جاؤ رانیہ کو اس چیک کو کیش کرا لو تو مجھے بتا دینا ہوشیاری سے۔" میڈم فرحت نے ہنس کر کہا تو حسن نے مسکرا کر کہا۔

"آپ مطمئن رہیں میڈم! پہلے کبھی شکایت کا موقع دیا ہے جو اب دوں گا۔"

"گڈ! تمہاری وفاداری اور ذہانت کی تو میں مداح ہوں ینگ مین!" میڈم فرحت نے خوش ہو کر اس کا کندھا تھپکتے ہوئے کہا۔

"چلیے رانیہ!" حسن نے اس کی طرف دیکھتے ہوئے کہا تو اس نے اپنا کالج بیگ اٹھا لیا۔ اور ڈرتی ہوئی اس کے ساتھ چلتی ہوئی باہر گاڑی میں آ بیٹھی۔ حسن نے اپنا موبائل ڈیش بورڈ پر رکھا اور گاڑی اسٹارٹ کر دی۔ گاڑی انجان راستوں پر دوڑ رہی تھی۔ رانیہ نے اپنا سارا شہر دیکھ رکھا تھا مگر یہ راستے اس کے لئے نئے تھے۔ اس کی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ وہ کس جگہ سفر کر رہی ہے حسن خاموشی سے ڈرائیو کر رہا تھا۔ دس منٹ بعد اس کے موبائل کی گھنٹی بجی تو رانیہ ڈر گئی حسن نے دائیں ہاتھ سے اسٹیئرنگ کو سنبھالا اور بائیں ہاتھ سے موبائل اٹھا کر آن کیا اور کان سے لگا لیا۔ رانیہ کا دل سوکھے پتے کی طرح لرز رہا تھا۔

"ہاں ہاں! پہنچ رہا ہوں آدھے گھنٹے کی ڈرائیو ہے انتظار کرو۔ اتنے بے صبرے کیوں ہو رہے ہو۔ ہاں، ہاں مال میرے ساتھ ہی موجود ہے۔ دیکھو گے تو دنگ رہ جاؤ گے۔ کیش تیار رکھنا۔ میڈم تاخیر برداشت نہیں کیا کرتیں اوکے۔" حسن نے بات ختم کر کے موبائل آف کر کے اس کی طرف دیکھا جو ڈر اور خوف سے اسے دیکھ رہی تھی وہ بھی میڈم کی زبان بول رہا تھا۔ تو اس کا مطلب تھا کہ وہ اسے سیٹھ چنگیزی کے پاس لے جا رہا ہے اور اس کی قیمت وصول کرے گا۔ اس نے مدد کرنے کا کہہ کر اسے پھنسایا تھا۔

"جھوٹا، فریبی، میڈم کا چمچہ۔" وہ دل میں اسے کوس رہی تھی اور فرار کی ترکیب سوچ رہی تھی۔ چند منٹ ہو گئے تھے انہیں میڈم فرحت کے آستانے سے چلے۔ مگر ان دونوں کے درمیان کوئی بات نہیں ہوئی تھی گاڑی ویران علاقے میں پہنچ گئی تھی۔ رات کے آٹھ بج رہے تھے۔ سنسان سڑک کے ارد گرد جھاڑیاں اور دور تک خالی میدان تھے دونوں جانب دور دور تک کسی آدم زاد کا نشان نہیں تھا۔ رانیہ دعائیں مانگ مانگ کر بھی تھک گئی تھی۔ اس نے حسن کی طرف دیکھا وہ گاڑی روک کر جانے کیا تلاش کر رہا تھا۔ گاڑی کی چھت سے اس نے کوئی آلہ نکال کر تاریں توڑ

دی اور پچھلی سیٹوں کی چھت کو دیکھ رہا تھا کہ کہیں وہاں بھی یہ آلہ موجود نہ ہو۔ رانیہ نے اسے اپنی طرف سے غافل پایا تو گاڑی کا دروازہ کھولا اور تیزی سے باہر نکل کر بھاگی۔ حسن فوراً گاڑی سے اترا تھا اور اس کے پیچھے بھاگا۔

"رانیہ! رک جاؤ" رانیہ پاگل لڑکی کہاں جاؤ گی اس جنگل ویرانے میں! ادھر آؤ! اسٹوپڈ!" حسن نے دو منٹ سے بھی کم وقت میں اسے پکڑ لیا۔ وہ خوف سے کانپ رہی تھی حسن کا دل پگھل گیا اس کے روپ کو دیکھ کر۔

"چھوڑیں مجھے جانے دیں۔" وہ کانپتی آواز میں بولی۔

"مل جائے گا راستہ بھی میں آپ کے ساتھ نہیں جاؤں گی۔ آپ نے مجھے دھوکا دیا۔ جھوٹ بولا آپ میری مدد کریں گے یہاں سے نکالیں گے اور ابھی فون پر کہہ رہے تھے۔ کیش تیار رکھو۔" وہ روتے ہوئے بولی۔

"اوگاڈ! اب میں تمہیں کیسے سمجھاؤں؟" وہ اس کا بازو چھوڑ کر اپنا سر پکڑ کر بولا۔

"وہ سب کہنا ضروری تھا تاکہ انہیں شک نہ ہو اور گاڑی میں میڈم نے جو آلات لگائے ہوئے تھے۔ ان کے ذریعے ہماری گفتگو میڈم تک پہنچ رہی تھی اس لئے میں نے اتنی دیر تم سے کوئی بات نہیں کی تھی اور تمہیں بھی گاڑی میں بیٹھنے سے پہلے ہی بولنے سے منع کر دیا تھا اب وہ آلات میں نے ڈھونڈ کر نکالے ہیں تمہارے سامنے۔"

"تو کیا میڈم کو شک ہو گیا ہے آپ پر؟" وہ رونا بھول کر پریشانی سے بولی۔

"ایسا دھندہ کرنے والے اپنے وفادار بندوں پر بھی مکمل بھروسہ نہیں کرتے ان کے پیچھے بھی اپنے بندے لگا دیتے ہیں اور مجھے معلوم ہے کہ یہاں سے کافی فاصلے پر آگے جا کر میڈم کے آدمی ہمارا تعاقب شروع کر دیں گے ہمیں بہت ہوشیاری سے ان کے جال سے بچ نکلنا ہے اور تم ہو کہ بار بار رونے اور لڑنے بھاگنے پر تیار رہتی ہو۔"

"تو کیا کروں میں؟" وہ چاندنی پھیلائے چاند کو دیکھتے ہوئے بولی۔

"کم از کم میرا تو یقین کرو۔ چند دن کے لئے ہی سہی لیکن ہوں تو میں تمہارا شوہر ہی نا اور بے غیرت نہیں ہوں کہ اپنی بیوی کو بیچ دوں گا جو کچھ سن کر خاموش رہا وہ مصلحت کرنا پڑا غصے سے کام خراب بھی ہو سکتا تھا اور تم بھاگ کر میری نیکی برباد گناہ لازم والا کام کرنے کا ارادہ رکھتی ہو یہ کراچی نہیں ہے رانیہ حسن! یہ حیدرآباد کا علاقہ ہے۔" وہ نرم لہجے میں بولا۔

"کیا؟" وہ حیرت سے چیخ اٹھی۔

"کراچی نہیں ہے میں تو کراچی میں رہتی ہوں۔"

"جی آپ اپنے شہر سے سیدھی یہاں لائی گئی تھیں۔"

"میں دوسرے شہر میں ہوں۔ میں واپس کیسے جاؤں گی؟"

"میں لے کر جاؤں گا۔" اس نے اسے یقین دلایا۔

"آپ۔۔۔"

"ہاں! لیکن اگر تم اسی طرح جذباتی ہو کر غصے سے بھاگتی رہیں تو میڈم میرا خون پی جائیں گی۔ کیا تم چاہتی ہو کہ میری قبر کا نشان تک نہ ملے؟" اس نے سنجیدگی سے کہا۔

"نہیں اللہ نہ کرے۔" وہ تڑپ کر بولی اور روتے ہوئے ایکدم سے اس کے سینے سے لگ گئی۔ حسن تو پہلے ہی ضبط کی منزلوں سے گزر رہا تھا اب وہ بڑا امتحان لے رہی تھی وہ اس کا۔

"رانیہ! اتنا کڑا امتحان نہ لو میرا! تم مجھے بے بس کر رہی ہو۔ میں انسان ہوں فرشتہ نہیں ہوں۔ اپنا حق سمجھ کر کوئی گستاخی کر بیٹھا تو بہت مشکل ہو جائے گی۔ تم آن بے بی! اب رونا بند کرو۔" حسن نے اسے اپنی بانہوں کے حلقے میں نرمی سے تھپکتے ہوئے پیار سے کہا اور اسے نرمی سے خود سے الگ کر کے اس کے آنسو صاف کئے حسن نے بے بسی سے اپنے لب بھینچ لئے اور اسے لے کر گاڑی میں آ بیٹھا۔ چند منٹ تو اسے خود کو سنبھالنے میں لگ گئے اس کے لمس کی حدتوں نے بے چینی سی بھر دی تھی اس کے اندر جذبات میں تلاطم پیدا کر دیا تھا۔ وہ سیٹ کی پشت سے ٹیک لگائے لمبے لمبے سانس لے رہا تھا۔ رانیہ کے حواس بحال ہوئے تو اسے اپنی اس حرکت پر شدید غصہ آنے لگا۔

"آئی ایم سوری۔" وہ نادم ہو کر بولی۔

"مجھے ایکدم سے پتا نہیں کیا ہو گیا تھا"۔

"جو ہوا اچھا ہوا اب میں پہلے سے زیادہ اسٹرونگ اسپرٹ کے ساتھ تمہارے بچاؤ کی کوشش کروں گا"۔ وہ مسکراتے ہوئے اس کے چہرے کو محبت سے دیکھتے ہوئے معنی خیز لہجے میں بولا۔ تو اس نے اپنے دل کی دھڑکنوں کو بے ترتیب ہوتا محسوس کیا اور نظریں جھکا لیں۔ حسن نے ایک پیار بھری نگاہ اس پر ڈالی اور گاڑی دوبارہ اسٹارٹ کر دی۔

"رانیہ! ہمت اور بہادری کا مظاہرہ کرنا ہوگا۔ اب آپ کو کیونکہ میڈم کا ہماری گاڑی سے رابطہ ڈس کنیکٹ ہو گیا ہے اور تھوڑی دور جا کر ان کے آدمی ہمارا تعاقب شروع کر دیں گے اس لئے جیسا میں کہتا جاؤں خاموشی سے کرتی جانا اوکے؟"

"جی۔" حسن کی بات سن کر اس نے آہستہ سے کہا اس وقت موبائل کی بیل بجی۔ حسن نے موبائل کان سے لگایا۔

"ہیلو۔۔۔ حسن اسپیکنگ!"

"ہوں۔۔۔ ٹھیک ہے پورا ایریا کور ہونا چاہئے کوئی بچنے نہ پائے اور کام ہوتے ہی مجھے انفارم کرنا اور اس کے بعد میڈم کو ہاں جیسے سمجھایا تھا۔ کوئی گڑبڑ نہیں ہونی چاہئے اچھا وغیرہ کہاں ہیں؟ ہوں اوکے۔ کتنے آدمی ہیں۔۔۔ گڈ ٹھیک ہے۔ میں گاڑی چھوڑ کر نکل جاؤں گا آگے کا انتظام ہے! مردانہ وار 007 کے رشتے دار ہاں ٹیک کیئر۔" حسن نے موبائل آف کر دیا اور گاڑی کچی سڑک پر روک دی۔ موبائل اپنے کوٹ کی جیب میں ڈال کر چابی کھول کر دیں پھینک دی اب بھاگنا تھا اور موت سے بچنا کر تالی لگا کر بھاگنا دشوار تھا۔

"چلو رانیہ! ہری اپ۔" حسن نے اس کا کالا بیگ اٹھایا اور گاڑی سے اترتے ہوئے تیزی سے بولا تو وہ حیران پریشان گاڑی سے باہر نکل آئی تو سرد ہوا نے اس کے بدن میں کپکپی پیدا کر دی دسمبر کی سردی تھی اور وہ باریک لباس میں ملبوس تھی۔ اونچی ہیل سے اونچے نیچے راستوں پر بھاگنا بہت مشکل تھا۔ مگر اسے بھاگنا پڑ رہا تھا۔ حسن اس کا ہاتھ مضبوطی سے تھامے تیزی سے دائیں جانب بھاگ رہا تھا۔ ہوا بہت سرد اور تیز تھی۔ کچی سڑک پر دور دور تک کوئی نہیں تھا سوائے ان دونوں کے ایک جگہ کھمبے پر بلب جل رہا تھا جس کی روشنی انہیں راستہ دکھا رہی تھی۔ ایک طرف ٹوٹے پھوٹے کچے مکان اور جھگیاں تھیں تو دوسری طرف کھیت تھے۔ بھاگتے بھاگتے رانیہ کا پاؤں راستے میں پڑے پتھر سے ٹکرایا اور وہ جھٹکے سے نیچے جا گری۔ ساتھ ہی اس کی چیخ بھی نکل گئی۔

"او! زیادہ چوٹ تو نہیں لگی؟" حسن نے نیچے بیٹھ کر فکرمندی سے پوچھا تو اس نے اس کی طرف دیکھ کر نفی میں سر ہلایا۔ حالانکہ اس کے پاؤں اور گھٹنوں پر اچھی خاصی ضرب لگی تھی۔ حسن نے اس کی آنکھوں میں اترے آنسوؤں سے اندازہ لگایا تھا۔

"یہی جذبہ چاہئے گڈ! چلو شاباش۔" اس نے پیار سے اسے اٹھاتے ہوئے کہا۔ اور پھر سے وہ بھاگ رہے تھے کہ اچانک اس کے موبائل کی آواز فضا میں گونج اٹھی۔ رانیہ کا دل اچھل کر حلق میں آ گیا حسن نے موبائل آن کر لیا تھا۔

"جی میڈم! میڈم میں پوری کوشش کر رہا ہوں کہ پولیس کے ہاتھ نہ لگ سکوں۔ میڈم فون بند کیجئے پولیس

ہے۔ اس سے پہلے کہ وہ کچھ کہتا، حسن نے
تیزی سے اندر آتے ہوئے کہا اور ہوا میں آب کر دیا۔ رابی جو حسن
کو دیکھ کر حیرت کے عالم میں اسے دیکھ رہی تھی اس نے مسکراتے
ہوئے کہا۔

"یہ سب ضروری ہے بھائی۔"

"ہم کہاں جا رہے ہیں؟" رابی نے بھنویں اچکا
کر پوچھا تو حسن نے اسے جواب دینے کے
بجائے کہا۔

"تم کپڑے بدلو، ہم تمہارا انتظار کر رہے ہیں۔" حسن نے اس کی
حیرت سے پھیلی ہوئی آنکھوں کو دیکھتے ہوئے کہا اور پلٹ کر دروازے کے
قریب کھڑا ہو گیا۔ حسن کو بھائی کے روپ میں دیکھ کر رابی کو اپنی
آنکھوں پر یقین نہیں آ رہا تھا۔ حسن کو بھائی کے روپ میں دیکھ کر
رابی کے دل میں ایک عجیب سی خوشی پھوٹ پڑی تھی۔ وہ خوشی
جو اسے کبھی بھی نہیں ملی تھی۔

"کہاں جانا ہے؟" رابی نے اس کے پیچھے کمرے
سے نکلتے ہوئے مسکراتے ہوئے کہا۔

"چلو۔۔۔ میں تمہارے ساتھ چلتا ہوں، تمہیں راستہ
سمجھا دوں گا۔" حسن نے اس کا چہرہ
دیکھا۔

"اوکے۔" حسن نے ایک پل میں اسے اپنے بازوؤں
میں اس طرح لے لیا جیسے وہ اس کی بہت پرانی سہیلی ہو۔
دوسرے پل وہ باہر کار میں آ کر بیٹھ گئی۔ رابی کو اس ساری
صورتحال نے حیرت میں ڈال دیا تھا۔ حسن نے اسے دیکھتے ہی
شرارت سے مسکراتے ہوئے کہا۔

"بھوکی تو نہیں ہو، ویسے تمہارے چہرے
سے ایسا لگتا ہے۔"

"بھوک تو بہت لگ رہی ہے۔" اس نے اپنی حیرت سے
کہا۔

"رابی تم بھی بس ہر وقت کھانے کا سوچتی رہتی ہو۔"
حسن نے کہا تو رابی کھلکھلا کر ہنس پڑی۔ حسن کو اس کی
ہنسی بہت اچھی لگی تھی۔ وہ اسے ہنستے ہوئے دیکھتا رہا۔ رابی
نے جلدی سے دوپٹا اپنے گرد لپیٹا اور باہر آ گئی۔

"چلو۔" حسن نے مسکراتے ہوئے کہا تو اس نے اس
کا بازو پکڑا اور اس کے ساتھ چلنے لگی۔ دروازے کے پیچھے حسن
کی سفید رنگ کی موٹر کھڑی تھی۔ اس نے سوزوکی ایک طرف کھڑی
کاری کی اور اطمینان کر کے اس کی طرف دیکھا۔ وہ
بھی پیچھے ہی نظر آ رہی تھی اپنے حواس کو قابو کرتی
حسن کے اس روپ سے اختیار پا رہی تھی۔

"رابی! چلو۔"

"ایک منٹ۔" اس نے پوچھ کر اپنے نکلتے ہوئے
ہوئے پاؤں سے جوتے اور پائنچے ٹھیک کیے اور حسن کے پاس
آ گئی۔ حسن نے اس کے پاؤں کو دیکھتے ہوئے کہا۔

"یہ کیا پاؤں ہیں تمہارے، اتنے خوبصورت ہیں یہ پاؤں پھر
کیوں چھپاتی ہو انہیں؟"

"پھٹے ہوئے پاؤں ہیں۔" اس نے ایک لمحے کے
لیے رکتے ہوئے جواب دیا اور حسن کے ساتھ قدم
ملاتی گاڑی پر رکھے ہوئے پاؤں میں پہنچے ہوئے
اس نے ایک لمحے میں حسن کی آنکھوں میں چمکتی ہوئی
پاگل مسکراہٹ گہری ہو گئی تھی اس طرح ہوتے پہنچے
ہوئے اس نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"پھٹے ہوئے ہیں یا پھر ہیرے کی کان ہیں۔"

"ہیرے کی کان۔" رابی نے مسکراتے ہوئے
جواب دیا تو اس نے اس کا بازو پکڑے کے پیچھے
لگے کیریئر میں رکھا اور خود بھی پچھلی سیٹ پر بیٹھ گئی۔ اسے بیٹھتے
کا کہا تو اس نے پریشانی سے پوچھا۔

"حسن کہیں جانا ہے؟"

"پیچھے میں جیسا ہوں۔" مسکراتے ہوئے کہا۔

"حسن۔۔۔" وہ کار یا ٹیکسی پر کبھی بیٹھی نہیں تھی اس
لیے ڈر رہی تھی۔

"رابی جلدی کرو پیچھے کوئی پریشانی ہو تو پیچھے بیٹھا
آدمی دیکھتا ہے۔"

"وہ ٹیکسی ہے کیا؟"

(جاری ہے)

سباس گل

دوسری قسط

سلسلے وار ناولٹ

فیصلہ دل کا

"جی ہاں رانیہ بیگم! یہ بائیک مجھ غریب کی ملکیت ہے' اس سے بڑی اور مہنگی سواری میں افورڈ نہیں کرسکتا اس لئے اسی پر گزارہ کرنا ہوگا آپ کو بیٹھیے ایسا نہ ہو کہ دونوں مارے جائیں' کم آن"۔ حسن نے نرمی سے کہا تو وہ

ڈرتے ڈرتے بائیک کے پیچھے بیٹھ گئی' حسن نے بائیک اسٹارٹ کرکے آگے بڑھائی' کچھ جھٹکوں سے اور کچھ خوف سے وہ اس کے ساتھ آ لگی' حسن نے بیک مرر میں اس کا چہرہ دیکھا تو اس کی خوفزدہ صورت دیکھ کر بمشکل اس نے اپنی ہنسی روکی' وہ اس قدر سہمی ہوئی تھی کہ اسے احساس تک نہیں ہو رہا تھا کہ اس نے حسن کو کس بری طرح جکڑ اور پکڑ رکھا ہے جبکہ حسن اس کے کومل وجود کی قربت سے نہال ہوا جا رہا تھا خطرہ بڑھ رہا تھا دونوں طرف سے' حسن نے کوٹ کی جیب میں بجتے موبائل کو نکال کر سنا۔

"ویری گڈ! اور میڈم.....؟ ہاں ہاں نکل رہے ہیں' تم ان کو قابو میں کرو' یہ ہاتھ سے نکل گئے تو پھر کوئی گڑبڑ کریں گے' احمق آدمی میں نے کہا تھا کہ پہلے گھیراؤ کرنا' بعد میں ہماری گرفتاری کی خبر دینا' اچھا اب لال بنگلے کا رخ کرو' پھر کوئی حماقت نہ کر بیٹھنا' وہ نکل گئی تو سب سے پہلے مجھے شوٹ کرے گی اچھا"۔ حسن نے بات مکمل کرکے موبائل آف کرکے دوبارہ کوٹ کی جیب میں رکھ لیا اور بائیک کی اسپیڈ بڑھا دی وہ جلد از جلد اس علاقے سے نکلنا چاہتا تھا۔

"آہستہ چلائیں میں گر جاؤں گی"۔ رانیہ نے لرزتی آواز میں کہا تو اسے اس کی حالت کا احساس ہوا مگر بائیک

کی رفتار کم کرنے کے بجائے اس نے مزید بڑھادی۔

"حسن پلیز!" وہ اس کے کندھے سے لگ کر روتے ہوئے بولی تو اپنا نام اس کی زبان سے سن کر اس کے دل میں خوشی کے نغمے پھوٹنے لگے روح میں سرشاری کی لہر دوڑ گئی' اچانک گولیاں چلنے کی آواز اس کی بائیک کی آواز میں شامل ہوئی تو اس نے مڑ کر دیکھا دور سے اسے ایک جیپ آتی دکھائی دی اس نے بائیک سڑک سے اتار دی' اس کی لائٹس آف کردیں اور جھاڑیوں میں لاکر بائیک روک دی' رانیہ اس کے شانے سے لگی سسک رہی تھی اسے سب سے زیادہ رانیہ کی ہی فکر تھی' اسے وہ کسی صورت میڈم کے ہاتھ نہیں لگنے دینا چاہتا تھا' اس کی محبت ایک دن میں اس کے دل میں گھر کر گئی تھی' وہ اسے ان بدنیت لوگوں کے چنگل سے نکال کر چھپا کر لے جانا چاہتا تھا' بائیک سے اس نے رانیہ کو اترنے کا کہا وہ روتی ڈرتی اتری تو وہ خود بھی اتر گیا' بائیک جھاڑیوں میں گرادی اور اسے اپنے ساتھ لے کر آگے بڑھ گیا' جیپ بہت قریب پہنچ گئی تھی' حسن' رانیہ کو ٹوٹے کچے مکان میں لے آیا' گولیاں چلنے کی آواز دوبارہ آئی تو رانیہ اس کے بازو سے لگ گئی' جیپ اسی جگہ آکر رکی تھی' جیپ کی لائٹس آن تھیں اور روشنی کچے مکان میں بھی پہنچ رہی تھیں وہ دونوں اپنی سانسیں روکے کھڑے تھے' رانیہ کی نظر روشنی میں اچانک نمودار ہونے والے ہیولے پر پڑی تو اس سے پہلے کہ وہ چیختی حسن نے اس کے منہ پر ہاتھ رکھ دیا' کیونکہ وہ بھی ہیولے کو اور پھر رانیہ کے فوری ردعمل کو پہچان گیا تھا' رانیہ نے اس کے چہرے کو دیکھا اور پھر اپنا چہرہ اس کے سینے میں چھپالیا' حسن کا دل گدگدانے لگا' خوف اور خوشی بیک وقت اس کے قریب تھی' اس کے احساسات عجیب کشمکش سے دوچار تھے۔

"جائے گا کہاں حسن رضا! یہیں کہیں ہوگا' میڈم سے غداری کرنے والے کی سزا موت ہے' وہ جہاں کہیں نظر آئے اس کا قیمہ بنادو' مگر لڑکی کا پتا ضرور پوچھ لینا اس سے"۔ یہ میڈم فرحت کے آدمی رفیق کی آواز تھی' جوان دونوں نے واضح طور پر سنی تھی' اور حسن تو رفیق کی آواز سے اسے پہچان بھی گیا تھا' اور رانیہ اس نے تو حسن کو مزید مضبوطی سے پکڑ لیا' اس کا بس چلتا تو وہ اس کے اونچے لمبے وجود میں ہی گم ہوجاتی' حسن کا بازو اس کے گرد تھا جو اسے تحفظ کا احساس دلا رہا تھا۔

"میں تو پہلے ہی سمجھ گیا تھا' حسن رضا کی نیت میں فتور آگیا تھا' اس لڑکی رانیہ کو دیکھ کر' بہک گیا نا آخر' بڑا نیک پارسا بنا پھرتا تھا' آخر سب سے قیمتی اور خوبصورت ہیرہ چرا کر لے گیا نا ہمارا' میں بھی اسے چھوڑوں گا نہیں' اس رانیہ بیگم پر ہمارا بھی تو کچھ حق ہے"۔ امجد بہت کمینگی سے بولا تھا' رانیہ نے غصے اور بے بسی سے حسن کی شرٹ اپنی مٹھیوں میں دبوچ لی تھی۔

"ہاں' لیکن وہ ملے بھی تو آخر گیا کہاں ہے؟" رفیق نے کہا۔

"آگے تو نہیں پہنچا یہیں تلاش کرو"۔ امجد نے جیپ سے اترتے ہوئے کہا تو ان دونوں کے دل پکڑے جانے کے خوف سے دھڑکنے لگے' شدید سردی میں پسینے چھوٹ گئے' وہ دونوں ٹارچ جلا کر انہیں ڈھونڈنے کی کوشش کررہے تھے' رانیہ نے تو کلمہ پڑھنا شروع کردیا تھا' امجد کا موبائل بجا تھا' اور ٹارچ بند ہوگئی تھی۔

"کیا میڈم! پکڑی گئیں کہاں سے؟ اوتو...... اچھا اور کالو گروپ او ہو"۔ امجد نے فون سن کر غصے سے جیپ پر مکہ مارا۔

"رفیق! چلو میڈم اور کالو پارٹی گرفتار ہوگئی ہے اور سیٹھ چنگیزی بھی اپنے ساتھیوں سمیت گرفتار ہوگیا ہے' اس کا مطلب ہے کہ وہ لڑکی اور حسن رضا بھی پولیس کے ہتھے چڑھ گئے ہیں' اطلاع سچ تھی"۔ امجد نے تیزی سے جیپ میں بیٹھتے ہوئے کہا۔

"اس سے پہلے کہ ہم پولیس کے ہتھے چڑھ جائیں نکلو یہاں سے۔ موسم بھی خراب ہورہا ہے' بارش برسنا شروع ہوگئی تو پھنس جائیں گے یہاں' اور حسن رضا کو تو ہم دیکھ لیں گے اگر وہ ہمیں جل دے کر نکلا ہے تو میری پستول میں اس کے نام کی گولی موجود ہے اس کے سینے میں اتار کر ہی اس سے اس غداری کا بدلہ لوں گا' چلو"۔

رفیق نے غصے سے کہا اور امجد نے جیپ اسٹارٹ کرکے واپس موڑ دی' رانیہ اور حسن نے سکون کا سانس لیا' حسن نے موبائل پر پولیس کو امجد اور رفیق کی جیپ کا راستہ بتایا اور ایک منٹ کو آنکھیں بند کرلیں' خطرہ ٹل گیا تھا تو اسے اپنی سانسوں میں رانیہ کی سانس کی مہک اس کے دل کی دھڑکنیں اپنے دل کے ساتھ دھڑکتی سنائی دیں۔

"رانیہ! ادھر دیکھو وہ لوگ چلے گئے ہیں"۔ اس نے اب بھی اپنے جذبات کو قابو میں رکھتے ہوئے نرمی سے کہا' تو وہ دھیرے سے اس سے الگ ہوئی اس کا چہرہ آنسوؤں سے بھیگ رہا تھا اور حسن کا دامن' حسن کا دل کٹ کر رہ گیا اس کی حالت پر وہ ناز و نعم میں پلی لڑکی کتنی سختیوں سے گزر رہی تھی' روتے ہوئے بولی۔

"آپ بھی چلے جائیں' میری وجہ سے اپنی جان خطرے میں مت ڈالیں"۔

"میں اپنی جان ہی تو خطرے میں ڈالنا نہیں چاہتا"۔ حسن نے اس کے آنسو صاف کرتے ہوئے معنی خیز جملہ بولا۔

"میں تھک گئی ہوں' آپ مجھے یہیں چھوڑ دیں"۔

"میں تمہیں تمہارے نانو کے پاس چھوڑوں گا' میں نے تم سے وعدہ کیا تھا اور میں ہر قیمت پر یہ وعدہ پورا کروں گا' چاہے اس میں میں مارا ہی کیوں نہ جاؤں"۔

"نہیں آپ نہیں مریں گے' میں تو پھر راستے میں ہی رہ جاؤں گی"۔ اس نے بہت تڑپ کر کہا تھا اسے اپنے جملے کی گہرائی کا اندازہ نہیں تھا لیکن حسن کو تو کل کائنات کی دولت مل گئی تھی' وہ بہت معصوم تھی اور اس کا دل محبت سے معمور تھا۔

"راستے میں نہیں رانیہ! میں ہوں نا تمہارے ساتھ تمہیں گھر لے کر جاؤں گا آؤ چلیں بارش شروع ہوگئی ہے۔ ہمیں اس کے تیز ہونے سے پہلے اس علاقے سے باہر نکلنا ہے' بس ذرا دور ہی پکی سڑک ہے پھر ہم گاڑی میں آگے جائیں گے"۔ حسن نے نرمی سے کہا تو وہ اس کا ہاتھ پکڑے باہر نکل آئی' حسن نے بائیک جھاڑیوں سے نکالی اسٹارٹ کی اور رانیہ کے بیٹھتے ہی آگے بڑھادی' سردی اور بارش سے وہ دونوں بھیگ چکے تھے' رانیہ ـــــ اس کی کمر کے گرد بازو حمائل کیے اس کے ساتھ سہمی بیٹھی تھی دس منٹ کی ڈرائیو کے بعد وہ پکی سڑک پر پہنچ گئے' سڑک پر سرخ کرولا کھڑی تھی' حسن نے اسے دیکھتے ہی بائیک روک دی اور موبائل پر میسج دے کر رانیہ کی طرف دیکھا جو بارش میں بھیگنے کی وجہ سے بری طرح کانپ رہی تھی۔

"یہ پہن لو"۔ حسن نے فوراً اپنا کوٹ اتار کر اسے پہنادیا اور اسے گاڑی تک لے آیا' لاک کھول کر وہ دونوں بیٹھ گئے اور گاڑی پکی سڑک پر بارش کی چھما چھم میں دوڑنے لگی۔

"اب کیا ہوگا؟" رانیہ نے چند منٹ کی خاموشی سے گھبرا کر پوچھا۔

"ہم تم ہوں گے بادل ہوگا
رقص میں سارا جنگل ہوگا' ہم تم"

حسن نے مسکراتے ہوئے گنگنا کر اس کے سوال کا جواب دیا' تو وہ ہنس پڑی اور حسن کو لگا کہ جیسے موسم ایکدم سے خوشگوار ہوگیا ہو' فضا مہک اٹھی ہو۔

"اس کا مطلب ہے کہ خطرہ ٹل گیا ہے تھینکس گاڈ!" رانیہ نے مسکراتے ہوئے کہا۔ اور پرسکون ہوکر سیٹ کی پشت سے ٹیک لگادی۔

"ہاں الحمدللہ! اب ہم اپنے گھر جارہے ہیں"۔ وہ بھی ہنس کر بولا۔

"کہاں نانو کے پاس؟"

"نہیں فی الحال میرے غریب خانے کو رونق بخشیں گی آپ' حالات سازگار ہوتے ہی میں آپ کو آپ کے نانو کے پاس لے جاؤں گا"۔ اس نے سنجیدگی مگر نرمی سے کہا۔

"آپ بہت اچھے ہیں کاش...... آپ ان لوگوں کے چنگل میں نہ پھنستے"۔

"رانیہ ڈیئر! پھنسا تو میں اب ہوں"۔ وہ معنی خیز بات کہہ گیا۔

"میری وجہ سے نا......؟" وہ ایکدم سے شرمندہ سی ہوکر بولی۔

"جی آپ کی وجہ سے"۔ اس کا جواب بھی معنی خیز تھا اور مسکراہٹ بھی۔

"آپ مجھے "تم" کہتے کہتے ایکدم سے "آپ" کیوں کہنے لگتے ہیں؟" اس نے کئی بار یہ بات نوٹ کی تھی مگر پوچھنے کی فراغت اب ملی تھی تو فوراً پوچھ لیا۔

"کیونکہ کبھی "تم" مجھے اپنے اتنے قریب محسوس ہوتی ہو کہ "آپ" بہت پرتکلف لفظ لگتا ہے اور کبھی ایکدم سے قریب ہوتے ہوئے بھی بہت دور بہت اجنبی سی لگتی ہو کہ "آپ" خود بخود ہونٹوں سے پھسل جاتا ہے"۔ اس نے سنجیدگی سے جواب دیا۔

"کیا ہماری شادی اصلی والی شادی ہوئی ہے؟" اس نے جھجکتے ہوئے پوچھا۔

"ہاں ہماری شادی اصلی شادی ہوئی ہے ہمارا نکاح عین اسلامی طریقے پر ہوا ہے اور گواہوں کی موجودگی میں ہوا ہے لیکن تمہارے گھر والے یقیناً اس نکاح کو قبول نہیں کریں گے نا؟" حسن نے اس کی طرف دیکھ کر کہا۔

"ہوں......" وہ اتنا ہی کہہ سکی اور حسن کے لبوں سے گہرا سانس خارج ہو گیا' باقی کا راستہ وہ دونوں اپنی اپنی سوچوں میں گم رہے' آپس میں کوئی بات نہ کی' اور جب حسن کا فلیٹ آ گیا' اور اس نے گاڑی روک کر اسے اترنے کے لئے کہا تو وہ ہوش میں آ گئی اس کی پیروی میں چلتی وہ اس کے فلیٹ تک آ گئی' حسن نے لاک کھولا اور رانیہ کا ہاتھ پکڑ کر اندر داخل ہو گیا' گیلری میں ٹارچ جلا کر ڈرائنگ روم میں آتے ہی اس نے لائٹ کا بٹن دبایا تو ٹیوب لائٹ کی روشنی پورے کمرے میں پھیل گئی' حسن نے اس کا بیگ میز پر رکھ دیا۔ اور اپنا موبائل بھی اور اپنے جوتے اتارنے لگا وہ ابھی تک کھڑی تھی سادہ سے اس صاف ستھرے ڈرائنگ روم کو دیکھ رہی تھی جہاں ایک صوفہ سیٹ' ٹی وی' ٹیلی فون سیٹ اور دیوار پر بڑی سی سینری اور وال کلاک موجود تھی' رات کے ساڑھے دس بج رہے تھے باہر بارش تیز ہو چکی تھی ایسے موسم میں اسے ہمیشہ خوف آیا کرتا تھا اس کے امی' ابو بھی ایسے موسم کی رات کے وقت ہی اسے چھوڑ کر اللہ کے پاس چلے گئے تھے اسے ہمیشہ اس موسم کی ایسی رات کو کسی اپنے کے چھن جانے کا خوف لاحق رہتا تھا۔

"رانیہ! بیٹھو نا کیا سوچ رہی ہو؟" حسن نے جوتے اتار کر ایک طرف رکھتے ہوئے اسے کھڑا دیکھ کر کہا تو وہ چونک گئی۔

"کچھ نہیں"۔ اس نے آہستہ سے کہا۔

"یہ ڈرائنگ روم' یہ گھر تمہارے شایان شان تو نہیں ہے لیکن تمہیں چند دن تو یہیں رہنا ہو گا"۔ وہ اپنی گھڑی اتارتے ہوئے بولا۔

"صرف چند دن"۔ اس کے لبوں سے پھسلا تو حسن کا دل پھر سے اس کی قربت اور محبت کے لئے مچلنے لگا' رانیہ کو اس کا یوں دیکھنا نروس کرنے لگا۔

"پانی ملے گا؟" اس نے آہستہ سے کہا' محفوظ پناہ گاہ ملی تھی تو ایکدم سے بھوک پیاس کا احساس بھی جاگ گیا تھا۔

"ضرور سب کچھ ملے گا" تم کھڑی کیوں ہو بیٹھ جاؤ' میں ہیٹر آن کئے دیتا ہوں' تمہارے کپڑے سوکھ جائیں گے"۔ اس نے تیزی سے کہا اور اس سے بھی تیزی سے ہیٹر آن کیا اور کچن میں گیا واپس آیا تو اسے اسی جگہ کھڑے پایا۔

"یہ لو پانی"۔ حسن نے گلاس اس کی جانب بڑھا کر کہا۔

"تھینک یو"۔ اس نے گلاس لے کر کہا وہ کمرے کی جانب مڑا تو اس کی چیخ اور گلاس کے گر کر ٹوٹنے کی آواز پر تیزی سے واپس مڑا۔

"کیا ہوا؟"

"وہ......" رانیہ نے اس کا بازو پکڑ کر ڈرتے ہوئے دوسرے ہاتھ سے میز کی جانب اشارہ کیا' تو وہ دیکھنے لگا کہ کیا ہے' اسے ایسا کچھ نظر نہ آیا تو رانیہ نے ہاتھ سے اشارہ کر کے دوبارہ بتایا' تو حسن نے دیکھا ایک موٹی بھدی کالی چھپکلی میز کے کنارے پر بیٹھی تھی وہ شرمندہ بھی ہوا اور ہنسا بھی۔

"دراصل ہم تو یہاں کم کم ہی رہتے ہیں' اس لئے اس قسم کی مخلوق یہاں رہائش کر لیتی ہے اور ہماری تنہائی کے

خیال سے جگہ جگہ چہل قدمی کے لئے نکل پڑتی ہے۔ اس لئے مائنڈ مت کیجئے یہ اس گھر کو اپنا گھر سمجھ کر اتنا آزادانہ گھوم پھر رہی ہے آپ بھی اس گھر کو اپنا گھر ہی سمجھیں"۔ وہ پر مزاح انداز میں بولا تو رانیہ کو ہنسی آ گئی وہ دل پر جبر کر کے رہ گیا۔

"میں کوئی چھپکلی تو نہیں ہوں"۔

"میری بیوی تو ہو نا"۔ اس نے شوخی سے مسکراتے ہوئے کہا تو وہ گھبرا کر بولی۔

"یہ......گلاس ٹوٹ گیا"۔

"کوئی بات نہیں اور آ جائے گا"۔ وہ مسکراتے ہوئے بولا اور پھر سے کچن میں چلا گیا' رانیہ نے کوٹ اتار کر صوفے پر رکھ دیا' دوپٹہ شانوں پر پھیلا کر وہ ہیٹر کے قریب نیچے کارپٹ پر بیٹھ گئی۔ ہیٹر کی گرماہٹ سے اسے سکون ملنے لگا' اچانک بادل زور سے گرجے تو اس نے خوفزدہ ہو کر اپنا دل تھام لیا' اسے رات کی بارش سے ہمیشہ ڈر لگتا تھا' پہلے جان اور عزت بچانے کی فکر اور خوف میں مبتلا تھی' اب اس خوف سے آزاد ہوئی تھی تو بارش' بادل اور کڑکتی بجلی کا خوف در آیا' بارش بہت تیز ہو گئی تھی وہ ڈر کر وہاں سے اٹھی اور کچن کے دروازے میں آ کھڑی ہوئی اس کی رنگت زرد ہو رہی تھی ہاتھ یخ تھے حسن چائے بنا رہا تھا اس پر نگاہ پڑی تو مسکرا دیا اس کے سہمے ہوئے چہرے کو دیکھتے ہوئے کہا۔

"آؤ بیٹھو"۔ وہ خاموشی سے بغیر ہلے یا حرکت کئے بغیر وہیں کھڑی رہی تو اس نے قریب آ کر پوچھا۔

"کیا ہوا رانیہ؟"

"مجھے......ڈر لگ رہا ہے"۔

"مجھ سے؟" اس نے حیران ہو کر کہا تو وہ نفی میں سر ہلاتے ہوئے بولی۔

"نہیں موسم سے"۔

"ہاں' موسم تو واقعی بہت خطرناک ہو رہا ہے اندر اور باہر دونوں کا' لیکن تمہیں ہم دونوں سے ڈرنے کی ضرورت نہیں ہے کیونکہ ہم دونوں تم سے کچھ نہیں کہیں کے کچھ نہیں چھینیں گے"۔ اس نے مسکراتے ہوئے نرم شوخ اور گہرے لہجے میں کہا۔

"اب اور کیا چھینے گا یہ موسم مجھ سے' آخر یہ بارش کیوں ہوتی ہے؟"

"زمین کو سرسبز و شاداب اور سیراب کرنے کے لئے اگر بارش نہ ہو تو زمین بنجر ہو جائے دنیا بیابان ہو جائے"۔ وہ اسے نرمی سے سمجھاتے ہوئے کیبنٹ سے چائے کے کپ نکالنے لگا وہ اپنے امی' ابو کے چہرے یاد کرتے ہوئے گہرے اور معنی خیز لہجے میں بولی۔

"بارش ہونے پر بھی تو کسی کی زندگی کی خوشیاں بنجر ہو جاتی ہیں کسی کی دنیا بیابان ہو جاتی ہے کتنا کچھ چھین کر لے جاتی ہے یہ بارش' کتنی تباہی مچا دیتی ہے"۔

"تباہی سے بچاتی بھی تو ہے یہ بارش' زمین کے لئے بارش اتنی ہی ضروری ہے جتنا پیاسے کے لئے پانی اور کتنا کچھ دے بھی تو جاتی ہے یہ بارش"۔ اس نے چونک کر اس کے افسردہ چہرے کو دیکھا اور اداس کر دینے والے لہجے پر حیران ہوتے ہوئے کہا۔

"پتا نہیں کیسے کیا دے جاتی ہے اور کسی سے کیا کچھ لے جاتی ہے مگر مجھے اچھی نہیں لگتی یہ رات کی بارش"۔ اس نے نظریں جھکائے بہت مدھم آواز میں کہا۔

"اسے ایسا کونسا دکھ ہے جو یہ اتنی گہری باتیں کر رہی ہے؟" حسن نے حیرت سے سوچا۔

"خیر آؤ ادھر ہی بیٹھ جاؤ کچھ کھا لو' جمیل نے کھانے پینے کا سامان فریج میں رکھ دیا تھا' ہمیں بھوکا پیاسا نہیں رہنا پڑے گا فی الحال تو یہ ڈبل روٹی اور کیک سے کام چلانا ہو گا' اور چائے میں بہت عمدہ بناتا ہوں تو پی کر بتاؤ کیسی ہے؟" حسن نے کچن میں موجود چھ کرسیوں کے ڈائننگ ٹیبل پر چائے اور دیگر لوازمات رکھتے ہوئے کہا تو وہ کرسی کھسکا کر بیٹھ گئی اور آہستگی سے پوچھا۔

"جمیل کون ہے؟"

"جمیل ڈاکٹر ہے' میرا بہت اچھا دوست ہے' پندرہ برس پرانی دوستی ہے ہماری وہ قریب ہی فلیٹ میں رہتا ہے

اپنے بیٹے اور بیوی کے ساتھ میں نے کل اسے فون کر کے کہا تھا کہ کچن میں کھانے پینے کا سامان پہنچا دے فلیٹ کی ایک چابی اس کے پاس ہے"۔ وہ ڈبل روٹی پر جیم لگاتے ہوئے بتا رہا تھا۔

"وہ اگر یہاں آ گئے تو میں....." وہ بات ادھوری چھوڑ کر اسے دیکھنے لگی۔

"تو میں بات سنبھال لوں گا"۔ وہ اس کی پریشانی سمجھتے ہوئے مسکراتے ہوئے بولا۔

"ویسے جمیل سے کوئی پردہ داری نہیں ہے وہ میرے ہر معاملے سے آگاہ ہوتا ہے اس مشن کی خبر بھی تھی اسے لیکن یہ معلوم نہیں تھا کہ آج کل میں یہ مشن مکمل ہو جائے گا اور آپ کے متعلق تو اسے کچھ بھی نہیں معلوم جب پتا چلے گا تو میری جان کو آ جائے گا"۔

"وہ امجد تو یہاں نہیں آئے گا ناں؟" اس نے کیک کھاتے ہوئے پوچھا۔

"نہیں وہ سب لوگ گرفتار ہو چکے ہیں میڈم سمیت امجد بھی گرفتار ہو گیا ہو گا اس بار تو بہت مضبوط ہاتھ ڈالا ہے پولیس نے میڈم کے سب ساتھی گرفتار کر لئے ہیں"۔

"آپ بھی تو میڈم کے ساتھی ہیں آپ تو گرفتار نہیں ہوئے"۔ اس نے اس کے چہرے کو دیکھتے ہوئے کہا تو وہ ہنس پڑا اور پھر شوخ اور معنی خیز نظروں سے اس کے چہرے کو دیکھتے ہوئے معنی خیزی سے بولا۔

"میں تو سب سے پہلے گرفتار ہوا تھا"۔

"میں سونا چاہتی ہوں"۔ وہ اس کی بات سن کر نروس ہو کر بولی۔

"اوکے پہلے کچھ کھا تو لو"۔ وہ مسکراتے ہوئے محبت سے اسے دیکھ رہا تھا۔

"نہیں بس"۔ وہ بچوں کے سے انداز میں سر ہلاتے ہوئے بولی تو اسے اس پر بے حد پیار آیا وہ کرسی کھسکا کر کھڑا ہو گیا۔

"آؤ میں تمہیں تمہارا کمرہ دکھا دوں"۔ وہ اس کے ساتھ کچن سے باہر آ گئی اپنا کالج بیگ بھی میز پر سے اٹھا لیا۔

"یہ میرا کمرہ ہے اور یہ آپ کا کمرہ ہے آئیے"۔ حسن ایکدم پھر تم سے آپ پر آتے ہوئے بولا اور اپنے کمرے کے برابر والے کمرے کا دروازہ کھول کر اسے اندر لے آیا یہ کمرہ بھی صاف ستھرا تھا ایک بیڈ ڈریسنگ ٹیبل اور دو کرسیاں یہاں موجود تھیں اٹیچ باتھ روم بھی تھا اور دیوار گیر الماری تھی حسن نے الماری کھولی اور اس میں سے ایک کمبل نکال کر بیڈ پر کھول کر رکھ دیا اور اس کی جانب دیکھتے ہوئے بولا۔

"کسی چیز کی ضرورت ہو تو بلا جھجک بتائیے گا"۔

"تھینک یو"۔ اس نے آہستہ سے کہا۔

"یو آر ویلکم اینڈ گڈ نائٹ"۔ اس نے مسکراتے ہوئے کہا جواباً اس نے بھی گڈ نائٹ کہا تو وہ کمرے سے چلا گیا رانیہ نے بیگ میں سے اپنے کالج کے کپڑے نکالے اور چینج کرنے کے لئے واش روم میں چلی گئی کپڑے تبدیل کر کے اسے کچھ آرام ملا اور وہ آ کر بستر پر لیٹ گئی لائٹ اس نے آف نہیں کی تھی کیونکہ اسے اس اجنبی ماحول میں بارش سے رات سے اور اکیلے پن سے خوف آ رہا تھا وہ امی کی زندگی میں اکثر ان کے ساتھ سوتی تھی یا عاشی کے ساتھ اور امی کی وفات کے بعد سے تو وہ عاشی کے ساتھ سونے کی عادی ہو چکی تھی اس لئے اب اکیلے میں اسے ڈر لگ رہا تھا عاشی بہت یاد آ رہی تھی اور نانو بھی انہیں یاد کرتے ہوئے اس کی آنکھوں سے آنسو نکل پڑے۔ گرجتے بادلوں نے برستی بارش نے اسے ایکدم سے بہت زیادہ خوفزدہ کر دیا تھا وہ بے چینی سے اٹھ کر بیٹھ گئی اسے امی ابو کے الوداعی لمحات یاد آ رہے تھے اور اس کا دل ڈوبا جا رہا تھا۔

"کیا اب نانو..... مجھے چھوڑ کر نہیں نانو عاشی..... امی ابو امی"۔ وہ گرجتے بادلوں کے ساتھ خوف دکھ اور بے قراری سے تڑپ تڑپ کر چیخ چیخ کر رونے لگی حسن ابھی کپڑے تبدیل کر کے لیٹا ہی تھا کہ اس کی چیخوں نے اسے ہڑبڑا کر اٹھنے پر مجبور کر دیا وہ تیزی سے بستر سے نکلا

اور ننگے پاؤں ہی اس کے کمرے کی طرف بھاگا اگلے لمحے وہ اس کے کمرے میں موجود تھا۔

"رانیہ!" وہ دونوں ہاتھوں میں چہرہ چھپائے بلک رہی تھی وہ تیزی سے اس کے قریب آ بیٹھا اور اس کے چہرے سے ہاتھ پکڑ کر ہٹائے تو وہ خوف سے روتے روتے چیخ اٹھی چہرہ آنسوؤں سے تر تھا حسن نے تڑپ کر اسے دیکھا اور محبت سے بولا۔

"رانیہ! میں ہوں حسن کیا ہوا ڈر لگ رہا ہے امی ابو یاد آ رہے ہیں؟"

"یہ بارش..... کیوں ہو رہی ہے یہ پھر..... کسی کو لے جائے گی"۔ وہ روتے ہوئے اٹک اٹک کر بولی۔

"نہیں رانیہ! یہ بارش کسی کو نہیں لے کر جائے گی"۔ حسن نے اسے متاع حیات کی طرح اپنی پناہوں میں سمیٹتے ہوئے نرمی سے کہا تو وہ روتے ہوئے بولی۔

"لے گئی تھی پہلے بھی لے گئی تھی امی ابو کو ایسی ہی رات تھی تب بھی ایسی ہی بارش تھی بادل ایسے ہی گرج رہے تھے یہ اب میرے نانو کو تو نہیں لے جائے گی نانو! کے سوا میرا کوئی نہیں ہے"۔

"رانیہ گڑیا رانی! میں ہوں نا تمہارے ساتھ"۔ حسن نے اسے پیار سے کہا۔

"آ..... آپ تو کہیں نہیں جائیں گے نا مجھے اس بارش میں چھوڑ کر نہیں جائیں گے نا آپ"۔ اس نے اس کا گریبان اپنی مٹھی میں جکڑا ہوا تھا اور اس کے چہرے کو بھیگتی آنکھوں سے دیکھتے ہوئے بولی تھی حسن کا روم روم اس کی محبت اور قربت کی تڑپ میں بھیگ گیا اس نے بے اختیار ہو کر اسے اپنے سینے میں چھپا لیا اس کی آنکھیں بھی اشک بار ہو گئیں تھیں اب وہ اس کا دکھ اور ڈر جانا تھا ماں باپ سے جدائی کا غم تو اس نے بھی سہا تھا یہ غم کتنا جان لیوا تھا اس سے بہتر کون جان سکتا تھا۔

"نہیں رانیہ! میں کہیں نہیں جاؤں گا اب تو یہ بالکل بھی ممکن نہیں ہے بس بے بی! چپ ہو جاؤ کچھ نہیں چھینے گی یہ بارش تم سے تمہارے نانو کو کچھ نہیں ہو گا"۔

"اور آپ کو بھی نا.....؟" اس نے اس کے سینے میں چھپے چھپے روتے ہوئے کہا تو اس کا دل اس پر قربان ہو گیا۔

"ہاں مجھے بھی کچھ نہیں ہو گا جو ہونا تھا وہ تو ہو گیا"۔ حسن نے معنی خیز لہجے میں کہا اور اسے چپ کرانے لگا اس کی ہچکیاں بندھ گئیں تھیں اس نے جب سے اسے دیکھا تھا روتے ہی دیکھا تھا اس دولت مند لڑکی کے پاس غم کی دولت بھی بے بہا تھی حسن کو بہت دکھ ہو رہا تھا اس کی حالت پر اس کے غم پر وہ آہستہ آہستہ اسے تھپک رہا تھا۔

"اب سو جاؤ بہت تھک گئی ہو گی تم"۔ وہ رو چکی تو اس نے اس کا چہرہ صاف کرتے ہوئے نرمی سے کہا تو اس نے نفی میں سر ہلاتے ہوئے کہا۔

"نہیں مجھے یہاں ڈر لگ رہا ہے میں عاشی کے ساتھ سونے کی عادی ہوں اکیلے میں ڈر لگتا ہے مجھے"۔

"اچھا چلو آؤ میرے کمرے میں اٹھو"۔ اس نے محبت سے کہا۔

"آپ....." وہ اتنا ہی کہہ سکی تو اس نے اس کی ٹھوڑی پکڑ کر مسکراتے ہوئے پیار سے کہا۔

"شوہر ہوں میں تمہارا ڈرو نہیں تم میرے روم میں اطمینان سے سو سکتی ہو آؤ شاباش"۔

"آپ یہ تو نہیں سمجھ رہے کہ میں بری لڑکی ہوں"۔ اس نے پھر سے آنسو بہاتے ہوئے کہا تو حسن اس کی بات کا مطلب ایک لمحے میں سمجھ گیا اور محبت سے اسے اپنے ساتھ لگاتے ہوئے نرم لہجے میں بولا۔

"میں تمہیں جو سمجھ رہا ہوں اس کا اظہار چاہتے ہوئے بھی نہیں کر سکتا مجھے اتنا یقین ہے اور میں یہ جانتا ہوں کہ تم دنیا کی سب سے اچھی لڑکی ہو"۔

"آپ خود بہت اچھے ہیں"۔ اس نے دل سے کہا۔

"تمہارے ساتھ میں ہمیشہ اچھا ہی رہوں گا ہمارے درمیان جو رشتہ قائم ہوا ہے یہ اس رشتے کی کشش ہی تو ہے جو تم مجھے اپنے قریب پا کر دور نہیں بھاگیں تمہیں اس رشتے کی گہرائی کا اندازہ ہے اس لئے میں بھی مطمئن

ہوں آؤ''۔ وہ اسے اپنے کمرے میں لے آیا اور اسے شانوں سے پکڑ کر بیڈ پر بٹھادیا' پھر گلاس میں پانی ڈال کر اسے پلایا اور دروازہ لاک کردیا اسی وقت لائٹ چلی گئی۔

''حسن......!'' وہ چیخ کر اس کی طرف دوڑی تھی اور اس نے اسے اپنی بانہوں میں سمیٹ لیا۔

''جان حسن! ڈرتے نہیں ہیں' ابھی لائٹ آجائے گی بارش ہو اور بجلی نہ جائے یہ ناممکن ہے ہمارے ہاں' بیٹھو میں ایمرجنسی لائٹ آن کئے دیتا ہوں''۔ اس نے بہت محبت سے اسے سمجھایا اور بیڈ تک لاکر بٹھادیا مگر اس نے حسن کا ہاتھ نہیں چھوڑا تھا وہ ہنس دیا۔

''یہ ہاتھ اسی طرح تھامے رکھنا''۔ حسن نے معنی خیز بات کہی تھی مگر وہ اس قدر ڈری ہوئی تھی کہ اس کا مطلب نہ سمجھ سکی اور حسن نے اس کے ہاتھ نہ چھوڑنے پر ایمرجنسی لائٹ تک پہنچنا ناممکن دیکھا تو سائیڈ ٹیبل پر رکھا نازک سا بہت چھوٹا سا سیل سے چلنے والا لیمپ ہاتھ بڑھا کر ڈھونڈا اور اس کا گرے کلر کا دل کی شکل کا بٹن دبادیا جس سے کمرے میں موم بتی جتنی روشنی پھیل گئی' رانیہ نے اطمینان کا سانس لیا' اور اپنا سر حسن کے سینے سے ٹکادیا' وہ خوش دلی اور سرشاری سے مسکرادیا' رانیہ کے آنسو اب بھی اس کا دامن بھگو رہے تھے۔

''کیوں رو رہی ہو رانیہ؟'' اس نے محبت سے پوچھا۔

''مجھے نانو یاد آرہے ہیں''۔ اس نے بھرائی آواز میں جواب دیا۔

''میں لے چلوں گا نانو کے پاس' ذرا حالات سیٹ ہوجائیں' ایک دو دن میں لے جاؤں گا ہوں......اب سو جاؤ رات بہت ہوگئی ہے''۔ اس نے پیار سے کہا تو اس نے اپنے آنسو پونچھ لئے اور آنکھیں موند لیں' تھوڑی دیر بعد وہ نیند کی وادی میں پہنچ چکی تھی' حسن نے دیکھا اس کا معصوم دلکش چہرہ کتنا پرنور لگ رہا تھا وہ اس کے قریب تھی مگر وہ اس سے اپنی محبت کا اظہار نہیں کرسکتا تھا' کیسی بے بسی تھی' مجبوری تھی' حسن نے بے چارگی سے اپنے ہونٹ بھینچ لئے' اسی وقت اس کے موبائل کی بپ بجی تو رانیہ نے ڈر کر آنکھیں کھول دیں اور گھبرا کر اٹھ بیٹھی۔

''ریلیکس رانیہ!'' حسن نے اس کے ہاتھ کو نرمی سے دبا کر کہا اور موبائل اٹھا کر کان سے لگالیا۔

''ہیلو! ہاں بول رہا ہوں' ہاں ہاں خیریت سے ہوں کب اور امجد...... کیسے؟ اچھا' میری بائیک صبح پہنچادینا دس گیارہ بجے تک ٹھیک ہے' کوشش کرو کے وہ بھی پکڑا جائے میں سر سے بات کرلوں گا' ٹھیک ہے بائے''۔ حسن نے بات ختم کرکے موبائل آف کیا اور سائیڈ ٹیبل پر رکھ دیا۔

''امجد...... پکڑا نہیں گیا کیا؟'' رانیہ نے اس کا چہرہ دیکھتے ہوئے پوچھا۔

''نہیں' وہ بچ نکلا ہے رفیق اور باقی سب لوگ گرفتار ہوچکے ہیں' بہت پریشر ہے' اعلیٰ افسران پر اور پر والوں کے کیسے گرفتار کیا ہے' اس بار تو تمام ثبوت اور شہادتیں موجود ہیں' چھوڑنے کا تو سوال ہی پیدا نہیں ہوتا''۔ اس نے سنجیدگی سے بتایا۔

''امجد بہت چیپ ہے آپ کو نقصان نہ پہنچادے''۔ وہ اس کے لئے فکر مند تھی۔

''ڈونٹ وری کچھ نہیں ہوگا' سوجاؤ''۔ اس نے مسکراتے ہوئے اسے بچوں کی طرح بچکار کر کہا' تو وہ تکئے پر سر رکھ کر لیٹ گئی اس نے کمبل اس پر شانوں تک پھیلادیا ــــ اتنے میں لائٹ آ گئی تو وہ لائٹ آف کرنے کے لئے اٹھنے لگا۔

''نہیں جائیں لائٹ جلنے دیں''۔ رانیہ نے سہمی ہوئی بچی کی طرح اس کا بازو پکڑ کر کہا۔

''اوکے لو خود ہی چلی گئی لائٹ''۔ اس نے مسکراتے ہوئے کہا لائٹ دوبارہ چلی گئی تھی وہ بھی دوبارہ لیٹ گیا' رانیہ نے آنکھیں بند کرلیں مگر اس کا بازو نہیں چھوڑا نہ ہی حسن نے چھڑانے کی کوشش کی' کیونکہ اس کے خوف سے واقف تھا اور پھر اس کا یہ معصوم انداز اسے روح تک سے سرشار اور شاداں کررہا تھا' وہ سوگئی تو حسن نے بھی آنکھیں بند کرلیں۔

(جاری ہے)

خواتین میں بے حد مقبول، اپنی طرز کا منفرد جریدہ

ماھنامہ ردا ڈائجسٹ

آئندہ ماہ ''عید نمبر'' جلوہ گر ہونے جارہا ہے

''**عید نمبر**'' میں شامل تمام ناول، ناولٹ اور افسانے عید کے حوالے سے ہوں گے۔ اس کے علاوہ دیگر سلسلے بھی عید کی مناسبت سے ترتیب دیئے جائیں گے۔ قارئین کی طرف سے موصول ہونے والے خطوط، ای میلز اور ٹیلی فون کالز اس بات کی غماز ہیں کہ انہیں ''**عید نمبر**'' کا بے صبری سے انتظار ہے۔

قارئین کی دلچسپی کے پیش نظر اس بات کا قوی امکان ہے کہ ''**عید نمبر**'' اشاعت کے سابقہ تمام ریکارڈ توڑنے میں کامیاب ہوجائے گا۔

مشتہرین حضرات جو اپنی مصنوعات کی کراچی، لاہور اور ملک کے دیگر تمام بڑے شہروں میں تشہیر کے خواہاں ہیں اس نادر موقع سے بھرپور طریقے سے فائدہ اٹھا سکتے ہیں۔

یاد رہے ''**عید نمبر**'' کی ترتیب و تزئین عام شماروں سے ہٹ کر ہوگی۔ اور خصوصی طور پر عید کے حوالے سے مرتب کردہ یہ صفحات قارئین کی نظروں سے بار بار گزریں گے۔

اگر آپ اس سنہری موقع سے فائدہ اٹھانا چاہتے ہیں

سباس گل

تیسری قسط

سلسلے وار ناول

فیصلہ دل کا

صبح کے دس بج رہے تھے جب حسن کی آنکھ کھلی اس نے اپنے قریب سوئی ہوئی رانیہ کو دیکھا تو مسکرا دیا اس نے اب تک اس کا بازو نہیں چھوڑا تھا اس کے بازو کے گرد رانیہ کا بازو حمائل تھا' چند لمحے وہ اسے دیکھتا اور محسوس کرتا

پھر اس نے آہستگی اور نرمی سے اپنا بازو اس کے بازو کے ہالے سے باہر نکالا اور خاموشی سے بستر سے نکل گیا‘ اس کے آرام کی وجہ سے وہ اپنے کمرے کے بجائے برابر والے کمرے کے واش روم میں جا کر نہایا اور تیار ہو کر آیا تو اسے خوب [illegible] پایا‘ اس نے فون کر کے اپنے قریبی جانے والے نان چنے بیچنے والے رشید بابو کی دکان پر فون کیا اور دونوں کے لئے نان چنوں کا ناشتہ بھجوانے کا آرڈر دیا‘ [illegible] بعد رشید بابو کا لڑکا ناشتہ لے کر حاضر ہو گیا‘ اس نے وہیں اسے بل ادا کیا‘ ناشتہ کچن میں لا کر رکھا تو اس کی [illegible] ہاکنگ دینے آدمی آ گیا‘ باہر ہی سے اس نے ہاکر سے اخبار خریدا‘ جو برابر والے فلیٹ میں اخبار ڈال کر جانے لگا‘ اخبار لے کر وہ واپس اندر آیا تو رانیہ کو کمرے سے نکلتے دیکھا وہ منہ ہاتھ دھو کر آ رہی تھی گھڑی اس وقت گیارہ بجا رہی تھی۔

”ہیلو“۔ حسن نے اسے دیکھتے ہوئے مسکراتے ہوئے کہا۔

”السلام علیکم!“ رانیہ نے ہلکی سی مسکان لبوں پر سجا کر سلام کیا۔

”وعلیکم السلام! جیتی رہیے خوش رہیے“۔ حسن نے مسکراتے ہوئے بہت دلکش لہجے میں جواب دیا۔

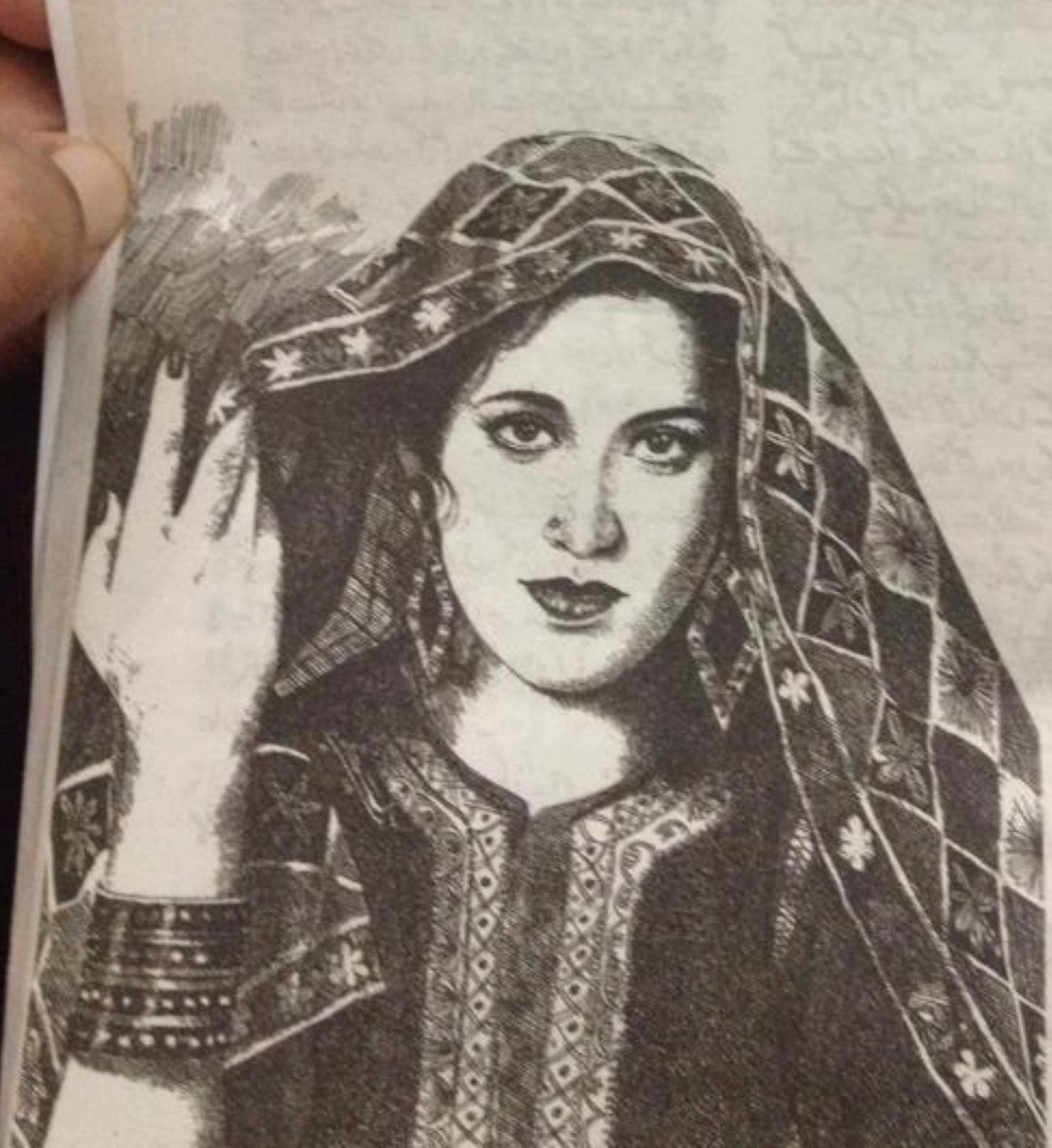

''آپ باہر گئے تھے؟'' اس نے اس کے ہاتھوں میں اخبار دیکھ کر پوچھا۔

''نہیں یہیں دروازے پر تھا ہاکر سے اخبار خریدا' سوزوکی ایک گیلری میں کھڑی کی۔ ناشتہ منگوایا وہ کچن میں رکھا ہے آئیں آپ کو ناشتہ کرواؤں میں آپ کے جاگنے کا انتظار کر رہا تھا بہت زوروں کی بھوک لگ رہی ہے''۔

اس نے مسکراتے ہوئے کہا تو وہ خاموشی سے اس کے ساتھ کچن میں آ گئی حسن نے چائے کا تھرماس میز پر رکھ دیا برتن پہلے سے سیٹ تھے' نان اور چنے اس نے پلیٹوں میں نکالے اور اس کے سامنے رکھ کر خود بھی اپنے لئے الگ نکال کر کھانے لگا اور اخبار بھی ساتھ ساتھ پڑھنے لگا یہ دیکھے بغیر کے رانیہ نے کھانے کو ہاتھ تک نہیں لگایا تھا' اسے نان پسند نہیں تھے نان دیکھتے ہی دیکھتے ہی اس کا جی متلانے لگتا تھا' ایک بار بازار سے نان چنے کھائے تھے اور بہت بری حالت ہو گئی تھی اس کی' الٹیاں لگ گئی تھیں' تب سے اس نے نان کھانے سے توبہ کر لی تھی' اور اب حسن نے اس کی وجہ سے بطور خاص نان چنے منگوائے تھے جبکہ اس کا دل متلانے لگا تھا' روغنی نان دیکھ کر وہ بے بسی سے کبھی حسن کو اور کبھی اپنے سامنے رکھے نان چنوں کو دیکھ رہی تھی حسن نے جو کھاتے کھاتے اسے ہاتھ پہ ہاتھ دھرے بیٹھے دیکھا تو بولا۔

''آپ کھا نہیں رہیں' کھایئے ناں' یہ سب سے لذیذ ناشتہ ہے یہاں کا' میں صرف چھٹی والے دن ہی فیض یاب ہوتا ہوں' آج آپ کی وجہ سے منگوایا ہے آپ تو ڈبل روٹی اور مکھن' جیم سے ہی ناشتہ کرتی ہوں گی آج ہمارا دیسی ناشتہ کر کے دیکھیں''۔

''جی آپ نے ناحق زحمت کی''۔ اس نے مجبوراً نان کا ٹکڑا توڑتے ہوئے کہا۔

''زحمت کیسی آپ میری مہمان ہیں اور میں اکیلا بندہ کم از کم آپ کی اتنی خاطر داری تو کر ہی سکتا ہوں ناں''۔ حسن نے مسکرا کر کہا تو اس نے اللہ کا نام لے کر پہلا نوالا منہ میں ڈالا' وہ اپنی ناپسندیدگی کا اظہار کر کے اسے شرمندہ نہیں کرنا چاہتی تھی اور نہ ہی یہ اس کا اپنا گھر تھا جو وہ نخرے دکھاتی' اس کے خلوص کو ٹھکرانا اس کے لئے مشکل تھا لہٰذا اپنی حالت کو چھپانے کی بھرپور کوشش کرتے ہوئے وہ کھا رہی تھی اور ابھی چوتھا نوالہ حلق سے اترا ہی تھا کہ اسے ابکائی آ گئی اور وہ منہ پر ہاتھ رکھ کر وہاں سے اس کے کمرے میں بھاگی۔

''ہیں اسے کیا ہوا؟'' حسن نے حیران پریشان ہو کر کہا اور کھانا چھوڑ کر اس کے تعاقب میں آیا اسے واش روم میں الٹی کرتے دیکھا تو وہ سر سے پاؤں تک پسینے میں نہا گیا وہ تو کچھ اور ہی سمجھا تھا۔

''یا اللہ آخر اس کی حالت ایسی کیوں ہو رہی ہے''۔ وہ خود سے پریشان ہو کر بولا تھا اتنے میں وہ فارغ ہو کر کمرے میں آ گئی۔

''آر یو آل رائٹ؟'' حسن نے اس کے دھلے دھلے چہرے کو دیکھتے ہوئے پوچھا۔

''اب ٹھیک ہوں''۔ اس نے شرمندگی سے جواب دیا۔

''تم نے تو دو تین دن سے کچھ زیادہ کیا بلکہ نارمل ڈائٹ بھی نہیں لی ہے پھر یہ......؟''

''آپ خفا تو نہیں ہوں گے اگر میں سچ سچ بتا دوں''۔

''نہیں میں خفا نہیں ہوں گا بتاؤ سچ کیا ہے؟'' وہ اندر سے پریشان تھا نرمی سے بولا۔

''وہ اصل میں' میں نان نہیں کھا سکتی' مجھے سوٹ نہیں کرتے مجھے تو ہوتے لگتی ہے ایک بار کھائے تھے نان چنے تو بہت بیمار رہی تھی میں اس کے بعد سے آج......'' وہ اتنی بات کہہ کر خاموش ہو گئی تو حسن نے سکون کا سانس لیا کے جو وہ سمجھا تھا وہ بات نہیں تھی۔

''تھینکس گاڈ! میں تو ڈر ہی گیا تھا''۔ اس نے مسکراتے ہوئے کہا تو رانیہ اس کی پریشانی کا سبب سمجھ کر شرما کر ہنس پڑی اور ہنستی ہی چلی گئی حسن کے لئے یہ بہت ہی کڑا امتحان تھا اپنے جذبوں کو اظہار سے روکے رکھنا کوئی آسان بات نہ تھی۔

"شریر لڑکی! چلو آؤ میں تمہیں ناشتہ بنا کر دوں"۔ حسن نے اس کے سر پر ہلکی سی چپت لگا کر کہا تو وہ اس کے ساتھ کچن میں آ گئی اور کیبنٹ میں رکھے جار میں سے انڈے تلاش کر کے منہ میں ڈال لی۔

"تم پہلے ہی بتا دیتیں کہ تمہیں نان چنے پسند نہیں ہیں تو میں تمہیں کھانے پر مجبور ہرگز نہیں کرتا' کم از کم تمہیں تکلیف تو نہ اٹھانا پڑتی"۔ وہ فریج سے ڈبل روٹی اور انڈے نکالتے ہوئے بولا تو اس نے سنجیدگی سے کہا۔

"مجھے مناسب نہیں لگا اور پھر آپ نے مجھے مہمان کہا تھا مہمان تو وہ ہی کھاتا ہے جو میزبان اسے پیش کرتا ہے"۔

"مجھے معلوم ہے تم نے انکار کیوں نہیں کیا تھا تم بہت حساس لڑکی ہو' اوروں کی عزت نفس کا احترام کرنا جانتی ہو' تم نے میری خفگی ناراضی' اور شرمندگی کی وجہ سے انکار نہیں کیا تھا ناں' میں تمہارے ناز نخرے بخوشی اٹھا سکتا ہوں لو کھاؤ"۔ حسن نے انڈہ فرائی کر کے اس کے سامنے پلیٹ میں رکھ دیا اتنی دیر میں ڈبل روٹی بھی سینکی جا چکی تھی۔

"آپ تو بہت سگھڑ ہیں اتنا اچھا انڈہ فرائی کیا ہے"۔ رانیہ نے انڈہ دیکھ کر دل سے تعریف کی تو وہ ہنستے ہوئے بولا۔

"شکریہ! اکیلے رہنے کا یہ فائدہ تو ہے کہ آدمی کھانا پکانا سیکھ جاتا ہے"۔

"آپ یہاں اکیلے کیوں رہتے ہیں' آپ کے امی' ابو' بہن' بھائی اور بیوی بچے کہاں ہیں؟"

"بیوی تو میرے سامنے بیٹھی ہے اور بچے"۔ اس نے اس کے سامنے بیٹھ کر اس کے چہرے کو دیکھ کر کہا اور ہنس پڑا تو رانیہ کا چہرہ شرم و حیا سے سرخ پڑ گیا' نظریں خود بخود جھک گئیں۔

"میرے والدین کا بھی آپ کے والدین کی طرح انتقال ہو چکا ہے میں اس وقت گریجویشن کر رہا تھا"۔ حسن نے چائے کا سپ لے کر بتانا شروع کیا تو رانیہ نے اپنی جھکی ہوئی نظریں اٹھا کر اس کے چہرے کو دیکھا جہاں ایکدم سے دکھ' سنجیدگی' کرب اور رنجیدگی کے تاثرات ابھر آئے تھے وہ بتا رہا تھا۔

"میرے والد اور والدہ دونوں ہی کالج میں پروفیسر تھے' مجھ سے بڑی طاہرہ باجی ہیں اور ان سے بڑے عباس بھائی ہیں جو مجھ سے تقریباً نو برس بڑے ہیں' طاہرہ باجی مجھ سے پانچ برس بڑی ہیں ان دونوں کی شادی والدین کی زندگی میں ایک ہی دن ہو گئی تھی وہ دبئی میں اپنے بچوں شوہر اور بیوی کے ساتھ مزے کی زندگی بسر کر رہے ہیں طاہرہ باجی کی شادی ماموں کے بیٹے سے ہوئی تھی ان کے دو بچے ہیں ایک بیٹا اور ایک بیٹی اور عباس بھائی کے بھی دو بیٹے ہیں ان کی شادی چچا کی بیٹی سے ہوئی تھی وہ وہاں چچا کا بزنس لک آفٹر کرتے ہیں وہ اصل میں گھر داماد ہیں چچا مجھے بھی دبئی بلانا چاہتے ہیں برسوں سے بلا رہے ہیں وہ مجھے بھی عباس بھائی کی طرح گھر داماد بنانا چاہتے ہیں ان کی ایک بیٹی میری ہم عمر ہے شبانہ نام ہے' ان کا بیٹا اس سے میری شادی کرنا چاہتے ہیں اسے اب تک گھر بسا کر کھا ہے شاید اس آس پر کہ میں یہاں سے تھک ہار کر بالآخر ان کے پاس ہی جاؤں گا لیکن میں خود کو دوسروں کا محتاج نہیں بنا سکتا' میں اپنے ہاتھ صرف اللہ کے سامنے پھیلانا چاہتا ہوں اور پھیلاتا ہوں' مجھے اپنی ہمت اور صلاحیت پر بھروسہ ہے میں اپنے جینے کے وسائل خود پیدا کرنا چاہتا ہوں' اس لئے باوجود حالات خراب ہونے کے میں نے کبھی چچا یا بھائی' بہن سے مالی مدد نہیں مانگی' ہمارے والدین کی کچھ پراپرٹی تھی وہ عباس بھائی نے بیچ دی تھی جانے سے پہلے اپنا اور طاہرہ باجی کا حصہ وہ کیش کی صورت لے گئے تھے"۔

"اور آپ کا حصہ؟" وہ چائے پینے کے لئے رکا تو رانیہ نے پوچھا۔

"میرا حصہ ایک سال پہلے اس گھر کی صورت میں موجود تھا"۔ اس نے بتایا۔

"تو اب یہ گھر کس کا ہے؟" اس نے حیرانگی سے پوچھا۔

نہ گھر نہ اچھی ملازمت' شبانہ ہر لحاظ سے تمہارے لئے بہتر ہے' عقل ٹھکانے آجائے تو اس کے بارے میں سوچنا' ہم تمہارے دشمن نہیں ہیں"۔ حسن دیر تک بولتا رہا آخر میں اس کی نظریں جھک گئیں تھیں اور آواز بھرا گئی تھی رانیہ کو اس کے اپنوں کے اس سلوک نے بہت دکھی کر دیا تھا اس کی سمجھ میں نہیں آیا کہ وہ اسے کس طرح دلاسہ دے تو اس نے اس کے ہاتھ پر اپنا ہاتھ رکھ دیا حسن نے چونک کر پہلے اپنے ہاتھ پر رکھے اس کے نرم ملائم' سفید گلابی مائل ہاتھ کو دیکھا اور پھر اس کے چہرے کو دیکھا تو وہ دھیرے سے مسکرا دی۔

"تھینک یو' تھینک یو ویری مچ"۔ حسن نے ہلکا پھلکا ہو کر مسکراتے ہوئے کہا اس کا تسلی اور حوصلہ دینے کا یہ انداز اس کی اذیت کم کرنے میں کامیاب ہو گیا تھا۔

"میں نانو کو فون کرنا چاہتی ہوں وہ بہت پریشان ہوں گے میرے لئے"۔ رانیہ نے کہا۔

"یقیناً ہوں گے چلیں انہیں فون کر لیں"۔ حسن نے اٹھتے ہوئے کہا تو وہ ڈرائنگ روم میں آ گئی اور کراچی اپنے گھر کا نمبر ڈائل کیا' بیل جا رہی تھی اور رانیہ کی بے قراری بڑھتی جا رہی تھی تیسری بیل پر عاشی نے فون ریسیو کیا تھا اور وہ فوراً ہی اس کی آواز پہچان گئی تھی۔

"ہیلو عاشی! میں ہوں رانیہ..... ہاں ٹھیک ہوں تم کیسی ہو نانو کا کیا حال ہے نانو سے میری بات کراؤ"۔ وہ بھیگتے لہجے میں بولی اور جونہی نانو لائن پر آئے وہ۔

"نانو' نانو"۔ پکارتے ہوئے پھوٹ پھوٹ کر رونے لگی۔

"میں ٹھیک ہوں نانو..... کہاں ہوں؟" وہ روتے ہوئے بولی مزید بولنے کی ہمت نہ ہوئی تو روتے روتے ریسیور حسن کی طرف بڑھا دیا اس نے پہلے تو اسے چونک کر دیکھا پھر ریسیور اس کے ہاتھ سے لے لیا' اور اس کے نانو سے بات کر کے انہیں معاملے کی سنگینی اور موجودہ صورتحال سے آگاہ کرنے کے بعد فون بند کر دیا۔

"رانیہ! سب ٹھیک ہے میں انشاء اللہ کل نہیں تو پرسوں ضرور آپ کو آپ کے نانو کے پاس لے چلوں گا' روئیں نہیں' پلیز بہت رو چکی ہیں آپ"۔ حسن نے نرمی سے کہا تو اس نے اپنے آنسو جلدی سے صاف کر لئے۔

"دیٹس لائیک اے گڈ گرل"۔ وہ مسکراتے ہوئے بولا۔

"مجھے تھوڑی دیر کے لئے باہر جانا ہے آپ دروازہ اندر سے لاک کر لیجئے گا"۔

"نہیں میں کہیں نہیں جانے دوں گی آپ کو"۔ وہ ایکدم سے ڈر کر بولی۔

"مجھے یقین ہے تم مجھے کہیں نہیں جانے دو گی"۔ اس نے معنی خیز بات کہی۔

"تو پھر"۔ وہ پریشان نظروں سے اس کا چہرہ دیکھ رہی تھی۔

"پھر یہ کہ ایک دو اہم کام کرنے ہیں ایک گھنٹے میں واپس آ جاؤں گا یہاں کوئی نہیں آئے گا بہادر بنیں رانیہ! آپ ایک پولیس مین کی بیوی ہو کر ڈر رہی ہیں"۔ اس نے اس کی حالت سے محظوظ ہوتے ہوئے کہا۔

"آپ پولیس ہیں؟" اس کے اس جملے پر وہ بے اختیار ہنس پڑا۔

"ہاں گڑیا رانی! میں پولیس کا بندہ ہوں باہر رہ کر میں نے اعلیٰ افسران کے تعاون سے میڈم فرحت کے گروہ کا پتا لگایا خود اس کا حصہ بنا اور اس پر اپنا اعتبار قائم کرنے کے بعد یہ کام کر دکھایا"۔ اس نے مسکراتے ہوئے انکشاف کیا تو وہ حیرت اور مسرت سے اسے دیکھتے ہوئے بولی۔

"پولیس میں اتنے اچھے اور خوبصورت لوگ بھی ہوتے ہیں یقین نہیں آتا"۔

"اچھے برے لوگ تو ہر شعبے میں ہوتے ہیں نہ سب اچھے ہوتے ہیں اور نہ تو سب برے ہوتے ہیں خوبصورت نظر سے دیکھنے کا بے حد شکریہ' اب بندے کو اجازت ہے؟" اس نے اس کی حیرانگی پر ہنس کر کہا۔

"لیکن....." وہ الجھن میں پڑ گئی تو اس نے نرمی سے سمجھایا۔

"کرائے کا"۔

"کرائے کا' آپ اپنے گھر میں کرائے دار کی حیثیت سے رہ رہے ہیں"۔ حیرت بڑھ گئی تھی۔

"ہاں رانیہ بی بی! ہوتا ہے ایسا بھی آپ تو غیروں کے بھروسے پر دھوکا کھا گئیں آج کل تو اپنوں نے غیریت برتنے کے سارے ریکارڈ توڑ ڈالے ہیں"۔ وہ چائے ختم کرکے بولا۔

"بھائی جان' کا خیال تھا کہ مجھے اتنے بڑے گھر کی کیا ضرورت ہے میں کہیں بھی رہ سکتا ہوں اسی لئے انہوں نے یہ فلیٹ بیچنے یا کرائے پر دینے کا حکم صادر فرمایا تھا سال بھر پہلے' میں اپنے گھر کو بیچ نہیں سکتا تھا' سو بھائی جان کی ڈیمانڈ کے مطابق انہیں اس گھر کا سال بھر کا کرایہ ایڈوانس بھجوا دیا تھا میڈم کی تنخواہ اتنی زیادہ تھی کہ ایک ہی مہینے کی تنخواہ سے سال بھر کا کرایہ ادا ہو گیا اور تب سے اب تک میں اپنے گھر میں کرائے دار کی حیثیت سے رہ رہا ہوں"۔

"جب گھر آپ کے نام ہے تو کیوں آپ؟" وہ ادھورے جملے میں ہی پوری بات کر گئی تھی حسن نے اس کی بات کا مطلب سمجھتے ہوئے مسکرا کر کہا۔

"ایک ڈیڑھ سال پہلے تک میں بھی یہ سمجھتا تھا کہ یہ گھر میرے نام پر ہے لیکن بھائی جان نے مکان کے کاغذات کی فوٹو کاپی بھجوا کر مجھے یہ جتلا دیا تھا کہ یہ گھر میرے نہیں ان کے نام ہے' حالانکہ امی' ابو نے یہ فلیٹ میرے نام کیا تھا' میں اتنا بالغ نظر اور معاملات کی نزاکت کو سمجھنے والا نہیں تھا شاید اسی لئے بھائی جان جیسے کہتے گئے کرتا گیا' مجھے ان پر اعتماد جو تھا شاید اسی اعتماد نے مجھے ان سے کچھ پوچھنے یا سوال جواب کرنے کی جرأت نہیں دی تھی سو جہاں انہوں نے کہا میں نے بغیر سوچے سمجھے دستخط کر دیئے اس طرح میرا مکان بھائی جان کے نام منتقل ہو گیا اور ظاہر ہے کہ وہ اپنا مکان بیچنے اور کرائے پر دینے کا حق رکھتے ہیں بقول ان کے انہیں رقم کی ضرورت رہتی ہے گزارہ ٹھیک سے نہیں ہوتا اس لئے اپنے مکان کی آمدنی چاہیئے اور میرے متعلق انہوں نے خط میں لکھا تھا کہ تم جوان ہو اپنے لئے رہنے کا ٹھکانہ کر سکتے ہو ویسے بھی تمہیں اپنے زور بازو پر بہت ناز تھا' ابھی بھی وقت ہے دبئی آ جاؤ' چچا کا بزنس بہت ہے اسے چلانا ہی تو ہے خوب عیش و آرام سے زندگی بسر ہو گی' شبانہ تمہیں بہت چاہتی ہے اس لئے اب تک تمہارا انتظار کر رہی ہے اور میں نے شبانہ کو فون کر کے کہہ دیا تھا کہ تم میرا انتظار مت کرو کیونکہ میں دبئی کم از کم شادی کی غرض سے کبھی نہیں آؤں گا اس لئے وہ جہاں چاہے شادی کر سکتی ہے' مگر چچا نے اب تک اسے بٹھا رکھا ہے اس کی گزرتی عمر کا بھی خیال نہیں ہے انہیں' وہ مجھے عباس بھائی کی طرح نہیں بلا سکتے' میرے سر سے چھت بھی چھیننے کی کوشش کی گئی تا کہ میں مجبور ہو کر ان کے پاس چلا آؤں' میں بھی اپنی انا اور خودداری کا سودا کرنے والا نہیں ہوں' میں اپنے والدین کے خیالات اور ان کی تربیت کا عکس ہوں' مرتا مر جاؤں گا مگر ان کے در دولت پر بھیک مانگنے نہیں جاؤں گا' میں نے جرنلزم اور انگریزی میں ماسٹر کیا ہے' اور سی ایس ایس کا ایگزام بھی دے رکھا ہے آج کل میں اس کا رزلٹ آؤٹ ہو جائے گا' ملازمت مجھے ڈھنگ کی ملی نہیں تھی اب تک حالانکہ میں نے اپنے کالج اور یونیورسٹی میں ہمیشہ ٹاپ کیا تھا ٹیوشنز پر گزارہ کرتا رہا' اخبار کے لئے مضامین لکھے پریس کی ملازمت بھی کی لیکن بھائی جان نے اپنے ایک جاننے والے پولیس آفیسر سے کہہ کر مجھے ملازمت سے برخاست کرا دیا تھا' وہ میرے لئے یہاں ملازمت۔ کرا۔ باب بھی ختم کرنا چاہتے تھے' پھر جب ملازمت ختم کرا چکے تو مجھے انہوں نے خط لکھا کہ یہ ٹکے ٹکے کی نوکریاں کرنے اور پھر باہر ہونے سے تو بہتر ہے کہ تم گھر داماد بن کر رہو دو چار ہزار کی نوکری اور برطرفی نے تمہارا غرور خاک میں ملا دیا اب تک' یہاں لاکھوں کا لین دین ہے تم پر تو ایمانداری اور محب وطنی کا بھوت سوار ہے' خواہ مخواہ اپنا وقت برباد کر رہے ہو' ساری زندگی یونہی جوتیاں گھساتے پھرو گے' یہاں تو چچا راضی ہیں وہاں تم سے کون لڑکی شادی کرے گی

"بس ایک گھنٹے کی بات ہے ڈرنے اور پریشان ہونے کی ضرورت نہیں ہے پلیز"۔

"ٹھیک ہے لیکن آپ دھیان سے جایئے گا وہ خبیث ابھی گرفتار نہیں ہوا ایسا نہ ہو کہ وہ آپ کو کوئی نقصان پہنچادے محتاط رہیئے گا' وہ یہاں تو نہیں آئے گا ہاں"۔ رانیہ نے پریشان لہجے میں کہا اسے اپنے لئے فکر مند دیکھ کر دل میں بہت سرور ہوا پھر مسکراتے ہوئے بولا۔

"نہیں یہ راستہ اسے نہیں معلوم پھر بھی میں نیچے چوکیدار کو الرٹ کر جاؤں گا' اوکے"۔

"اوکے جلدی آیئے گا"۔ رانیہ نے ناچار اسے جانے کی اجازت دے دی وہ اسے جلدی آنے کا یقین دلا کر چلا گیا تو اس نے دروازہ اندر سے لاک کرلیا ایک گھنٹہ کیسے گزرے اس کی سمجھ میں نہیں آرہا تھا پھر وہ کچن میں آئی ناشتے کے برتن دھو کر رکھے حسن کے کمرے میں جا کر اس کے بستر کی چادر ٹھیک کی کمبل تہہ لگا کر رکھتے ہوئے اسے گزری شب کا ایک ایک پل یاد آنے لگا اس کا دل حسن کی محبت میں ڈوب چکا تھا اس سے جدائی کا سوچتے ہی تو جیسے دل میں کسی نے خنجر گھونپ دیا ہو وہ بے قراری سے اس کی تصویر اٹھا کر دیکھنے لگی۔

"حسن! آئی لو یو' میں آپ کے ساتھ رہنا چاہتی ہوں اس رشتے کو مجبوری کا رشتہ سمجھ کر اپنی زندگی سے نکال مت دیجئے گا' کیونکہ یہ واقعہ میری زندگی سے کبھی مٹ نہیں سکتا' یہ رشتہ ٹوٹا تو میرا دل ٹوٹ جائے گا اور مجھے کوئی نہیں اپنائے گا ایک اغواء شدہ اور طلاق یافتہ لڑکی کو ہمارے معاشرے میں دل سے عزت سے کوئی نہیں اپناتا' میں ساری زندگی طعنے سننے کی ہمت نہیں رکھتی مجھے آپ نے عزت بھی دی ہے اور محبت و اپنائیت کا احساس بھی' بس مجھے آپ سے الگ نہیں ہونا"۔ رانیہ نے اس کی تصویر کو دیکھتے ہوئے کہا اس کمرے میں حسن کی خوشبو بکھری ہوئی تھی اس کا اپنائیت بھرا ہر ہر انداز رانیہ کو اس کے پیار کے حصار میں جکڑتا چلا جارہا تھا اس نے اس کی خاطر اپنی جان ہتھیلی پر رکھی تھی اسے باحفاظت ان گھٹیا لوگوں کے مکروہ کاروبار سے باہر نکال دیا تھا' حسن کے لئے اس کے دل میں محبت اور عزت کا سمندر ٹھاٹھیں مار رہا تھا وہ اس کے ساتھ سے بہت خوش تھی اور اس کے ابدی ساتھ کی خواہش مند تھی' چھوٹے موٹے کاموں سے فارغ ہو کر وہ نہانے چلی گئی پانی اس قدر ٹھنڈا تھا کہ وہ کانپتی ہوئی واش روم سے باہر نکلی تھی بال تولئے سے خشک کرنے کے بعد ہیٹر جلا کر اس کے قریب بیٹھ گئی تب کہیں جا کر اس کی کپکپاہٹ دور ہوئی ٹی وی کی ٹرالی میں رکھی ہوئی سی ڈیز پر اس کی نظر پڑی تو اس نے اٹھ کر سی ڈیز نکال کر دیکھیں تو اسے یہ دیکھ کر خوشگوار حیرت ہوئی کہ اس کی اور حسن کی پسند کی ایک سی تھی۔ نصرت فتح علی کی درجنوں سی ڈیز موجود تھیں جنید جمشید' وائٹل سائنز کی اور نیرہ نور کی سی ڈیز بھی تھیں اور تقریباً یہی تمام کلیکشن اس کے پاس بھی موجود تھا سی ڈیز رکھ کر اس نے کتابوں کے ریک میں سے ایک کتاب اٹھائی محسن نقوی کی "بند قبا" تھی اس کی فیورٹ کتاب ابھی وہ صفحے پلٹنے کا سوچ ہی رہی تھی کہ ڈور بیل نے اسے ڈرادیا کتاب اس کے ہاتھوں سے نکل کر گر گئی' اس نے خود کو سنبھالا کتاب واپس رکھ کر وہ دروازے کے قریب آ کر بولی۔

"کون ہے؟"

"رانیہ! میں ہوں حسن پلیز جلدی سے دروازہ کھولو"۔ باہر سے حسن کی تھکی تھکی سی آواز آئی تو وہ بھی شش و پنج میں پڑ گئی کہ دروازہ کھولے یا نہیں۔

"رانیہ! دروازہ کھولو ڈرنے کی ضرورت نہیں ہے میں ہوں مجھ سے کھڑا نہیں ہوا جارہا بے بی جلدی دروازہ کھولو"۔ حسن نے دوبارہ اسے آواز دے کر کہا تو اس کی بات سن کر وہ گھبرا گئی اور دروازے کی چٹخنی اور کنڈی کھول کر پیچھے ہٹ گئی اور ریک پر رکھا گلدان احتیاطاً اٹھالیا اپنے بچاؤ کے لئے۔ حسن دروازہ کھول کر اندر داخل ہو گیا رانیہ نے دیکھا وہ سر سے پاؤں مٹی مٹی ہو رہا تھا' رانیہ کی چیخ نکلتے نکلتے رہ گئی وہ دروازہ لاک کر کے بولا۔

"یہ گلدان کیوں اٹھا رکھا ہے؟"

"وہ..... میں نے سوچا اگر کوئی اور ہوا تو..... احتیاطاً اٹھا لیا تھا"۔

"اب احتیاطاً میرے مارمت دینا' میں پہلے ہی مار کھا کر آرہا ہوں"۔ حسن نے لنگڑا کر چلتے ہوئے کہا اس کے ہاتھ میں ایک شاپنگ بیگ بھی تھا۔

"نہیں مگر یہ کیا ہوا ہے آپ کو' کس نے مارا ہے؟"

"گلدان رکھ کر بے قراری سے اس کے قریب آئی وہ شاپنگ بیگ صوفے پر پھینک کر خود بھی صوفے پر ڈھے گیا۔

"امجد نے اچانک حملہ کر دیا تھا"۔

"کیا؟" وہ خوفزدہ ہو کر اس کے پاس آ بیٹھی۔

"وہ کہاں تھا؟"

"میں شاپنگ کر کے نکل رہا تھا بائیک پر تھا کہ اچانک ایک جیپ نے ٹکر ماردی میں دور جا کر گرا بائیک میرے اوپر تھی' ٹانگ مڑ گئی تھی بڑی مشکل سے کھڑا ہو سکا"۔ اس نے اپنی جیکٹ سے مٹی جھاڑتے ہوئے بتایا۔

"اوہو..... بہت چوٹ لگی ہے آپ کو' اور وہ امجد کہاں گیا؟" وہ بے قراری سے بولی۔

"اسے تو پولیس کے حوالے کر کے آرہا ہوں' جوڈو کراٹے کے وار کام دکھا گئے ورنہ میں تو مارا گیا تھا آج' اف..... تم نے ٹھیک کہا تھا مجھے نہیں جانا چاہیے تھا مگر خیر جو ہوا سو ہوا' وہ پکڑا گیا اب کوئی فکر کی بات نہیں ہے"۔

"آپ ڈاکٹر کے پاس کیوں نہیں گئے؟" اس نے تولئے سے اس کے چہرے سے مٹی نرمی سے صاف کرتے ہوئے پوچھا اس کی آنکھیں اس کی تکلیف پر بھیگ رہی تھیں۔

"ہمت نہیں ہوئی گھر قریب تھا اور جمیل سے اس وقت علاج کرانا بہتر ہوگا' ڈاکٹر سو طرح کے سوالات پوچھتے ہیں اور میرا اس وقت ڈاکٹرز سے بحث کرنے کا موڈ نہیں ہے"۔ وہ تکلیف سے چور تھا اپنی دائیں ٹانگ سہلاتے ہوئے بولا۔

"اپنے دوست ڈاکٹر کو تو فون کریں ناں"۔ وہ ریسیور دینے کو تھی فون سیٹ اس کے سامنے رکھتے ہوئے بولی حسن اس کی بے قراری پر مسکرا دیا اور ڈاکٹر جمیل کو فون کر کے اپنی حالت کے بارے میں بتایا اور فوراً گھر پہنچنے کا کہہ کر فون بند کر دیا رانیہ نے اس کی جیکٹ اتاری اور اس کے لئے جلدی سے دودھ گرم کر کے لے آئی اس نے دودھ پی کر گلاس اسے واپس کیا تو ڈور بیل بج اٹھی اور گلاس اس کے ہاتھ سے گر کر ٹوٹ گیا' حسن کے لبوں پر مسکراہٹ بج گئی۔

"کون آیا ہے؟" اس نے خوف اور پریشانی سے حسن کا چہرہ دیکھا۔

"ڈاکٹر جمیل ہوگا آپ اپنے کمرے میں جائیں میں دیکھتا ہوں"۔ حسن نے صوفے کا سہارا لے کر اٹھتے ہوئے کہا۔ تو وہ ٹوٹے ہوئے گلاس کے ٹکڑے سمیٹ کر وہاں سے کچن میں چلی گئی۔ حسن نے دروازہ کھولا تو ڈاکٹر جمیل کا مسکراتا چہرہ سامنے تھا۔ اس نے سر سے پاؤں تک اس کا جائزہ لیتے ہوئے اندر آتے ہوئے کہا۔

"لگتا ہے میرا ہیرو کبڈی کھیل کر آیا ہے؟"

"ہاں اڑالے مذاق' سنگدل ڈاکٹر آتے ہی شروع ہو گیا۔ چل میرا ہاتھ پکڑ اور مجھے میرے کمرے میں لے کر چل"۔ حسن نے اس کی کمر پر دھپ لگا کر کہا تو اس نے اپنا ہینڈ بیگ بائیں ہاتھ میں منتقل کیا اور دایاں ہاتھ اس کی کمر کے گرد حمائل کرتے ہوئے بولا۔

"بیوقوف آدمی! آخر ضرورت کیا تھی خراب موسم میں خطرناک حالات میں گھر سے باہر نکلنے کی۔ اگر خدانخواستہ فریکچر ہو جاتا تو....."

"تو تجھے گھر بلوانے کے بجائے اسپتال بلواتا"۔ حسن نے اس کی پریشانی پر خوش ہو کر کہا۔

"بکواس نہ کر چل بیٹھ ادھر"۔ جمیل نے پیار سے اسے لتاڑا اور کمرے میں لا کر بیڈ پر بٹھا دیا۔ حسن نے جوتے اتارے اور بیڈ پر لیٹ گیا۔ جمیل نے اس کا اچھی طرح

چیک اپ کرنے کے بعد ایک انجکشن لگا دیا اور دوسرا انجکشن تیار کرنے کے بعد اس سے کہا۔

"چل لیٹ"۔ جمیل نے اسے زبردستی سیدھے کے بل بیڈ پر لٹا دیا اور اس کی ریڑھ کی ہڈی میں انجکشن لگایا تو حسن کی چیخ نکل گئی اور کمرے کے دروازے سے کان لگائے کھڑی رانیہ کا دل کانپ اٹھا آنکھیں' بھیگنے لگیں اس کی تکلیف پر۔

"تین گھنٹے سے پہلے اٹھنے کی کوشش مت کرنا۔ اسی طرح لیٹے رہو۔ نیند آجائے تو سو جانا۔ یہ دوائیں میں یہاں رکھ رہا ہوں' تین گھنٹے بعد کھانی ہیں۔ پہلی خوراک تو ابھی پی لو"۔ ڈاکٹر جمیل نے ہدایات دیتے ہوئے کہا اور پانی میں دوا گھول کر اسے پلا دی اور پھر اس سے ساری تفصیل جاننے کے بعد خیال آنے پر پوچھا۔

"تیری بائیک کہاں ہے؟"

"ورکشاپ میں ہے ارشد بابو کا بیٹا مل گیا تھا راستے میں وہ ہی مجھے گھر تک چھوڑ کر بائیک ورکشاپ لے گیا تھا۔ کل تک ٹھیک ہو جائے گی تو لے آنا' اب تو جا"۔

"میں رات یہیں آجاؤں تیرے پاس؟" جمیل نے اس کی حالت کے پیش نظر کہا۔

"نہیں یار! میں ٹھیک ہوں گھر پر بھی تو بھابی اور تیرا بیٹا اکیلے ہوں گے کوئی مسئلہ ہوگا تو میں تجھے فون کر کے بلا لوں گا"۔ حسن نے کہنیوں کے بل ذرا سا اوپر اٹھ کر جواب دیا۔

"ٹھیک ہے اب دروازہ کون بند کرے گا؟"

"فلیٹ کی چابی ہے نا تیرے پاس"؟

"ہاں وہ تو ہے"۔ ڈاکٹر جمیل نے اپنی جیکٹ کی جیب میں ہاتھ ڈالا۔

"تو بس جاتے ہوئے لاک لگا جانا' آنا ہو تو کھول کر آجانا"۔

"واہ! یہ تو شعر ہو گیا ہیرو"۔ جمیل نے ہنس کر کہا وہ بھی ہنس دیا۔

"شیر کے لئے شعر کیا چیز ہے۔ ہم نے تو بڑے بڑوں کو پچھاڑ دیا ہے"۔ حسن نے اترا کر کہا تو وہ ہنستے ہوئے بولا۔

"جی ہاں! اور اب خود شیر صاحب زخمی پڑے ہیں"۔

"اچھا! اب جا میرا سر نہ کھا"۔ حسن نے پیار بھرے انداز میں اسے آرڈر دیا۔

"تو نے مجھے اسٹوری سنائی نہیں پوری طرح سوچنے کی بات ہے کہ آخر میرے ہیرو کی ہیروئن کہاں گئی۔ کیا پولیس لے گئی اسے یا....." وہ بات سنی ان سنی کر کے بولا۔

"یار! بتا دوں گا بعد میں۔ پہلے تجھ سے کچھ چھپایا ہے جو اب چھپاؤں گا"۔ حسن نے کہا۔

"ہاں یہ تو ہے ہیرو! ہم سے چھپانا کچھ آسان بات نہیں ہے۔ چلتا ہوں بائے"۔

"سن شکریہ یار"۔ وہ جانے لگا تو حسن نے اسے پیچھے سے آواز دے کر کہا۔

"کوئی بات نہیں ہیرو! یاروں میں کیا شکریہ' تو آرام کر میں کام کروں جا کر اللہ حافظ" وہ اس کا شانہ تھپک کر بولا اور اپنا بیگ لے کر چلا گیا۔ اس نے دروازہ لاک کر دیا تھا' رانیہ نے جا کر آہستگی سے دروازہ اندر سے بھی لاک کر لیا اور حسن کے کمرے میں چلی آئی۔ اسے یوں الٹا لیٹا دیکھ کر اس کی نظریں جھک گئیں پھر اچانک اسے خیال آیا کہ اس نے کمبل بھی نہیں پہنی ٹھنڈ لگ رہی ہوگی یہی سوچ کر اس نے کمبل کھول کر اس پر شانوں تک پھیلا دیا۔

"شکریہ"۔ حسن نے مسکراتے ہوئے اس کی طرف دیکھ کر کہا تو اس کی آنکھیں چھلک پڑیں اور وہ بھرائی آواز میں بولی۔

"آپ کو میری وجہ سے اتنی چوٹ لگی ہے"۔

"لیکن یہ چوٹ آپ نے تو نہیں لگائی نا مجھے"۔

"بہت درد ہو رہا ہوگا نا آپ کو؟" اس نے چہرے کو دیکھتے ہوئے روتے ہوئے کہا۔

"ہاں ہو تو رہا ہے۔ لیکن اگر آپ چاہتی ہیں کہ میرے درد میں مزید اضافہ نہ ہو تو پلیز روئیں نہیں۔ آپ کے آنسو میرے درد میں اضافے کا باعث بن رہے ہیں"۔ اس نے نرمی سے کہا۔

"سوری"۔ اس نے بچوں کی طرح دونوں ہاتھوں سے آنسو گرنے لگے وہ جھنجھلا بولی۔

"تم ادھر کیوں نہیں بیٹھ جاتیں اور اپنے بارے میں بتاتیں مجھے"۔ حسن نے بہت نرم لہجے میں کہا تو وہ اس کے قریب کھسک کر بیٹھ گئی اور اس کے چہرے کو دیکھتے ہوئے بولی۔

"میرے بارے میں تو آپ جانتے ہی ہیں میں کیا بتاؤں؟"

"وہ جو میں نہیں جانتا"۔

"آپ کا میوزک کلیکشن بہت زبردست ہے وہ تمام البم میرے پاس بھی موجود ہے"۔ اس نے مسکرا کر بتایا تو وہ مسکراتے ہوئے بولا۔

"اس کا مطلب ہے کہ ہماری پسند ایک ہے"۔

"کاش...... دل بھی ایک ہو جائیں"۔ رانیہ نے اپنے دل میں کہا۔

"کیا سوچنے لگیں؟" حسن نے اسے خاموش دیکھ کر پوچھا تو اس نے کہا۔

"کچھ نہیں آپ کو نیند آ رہی ہے تو سو جائیں میری وجہ سے مت جاگیں"۔

"اور اگر بھی......" حسن کے لبوں پر بہت ہی شوخ دلربا جملہ آتے آتے رہ گیا۔ اس نے دانستہ خود کو اس کے اظہار سے باز رکھا کہ بعض دفعہ انسان اختیار رکھتے ہوئے بھی بے اختیار بنا دیا جاتا ہے وہ اس کی تھی قانوناً مذہباً اور اس کی بیوی بھی تھی اس قسم کے نکاح کو اس کے گھر والوں نے کسی طور پر قبول نہیں کرنا تھا یہ وہ اچھی طرح جانتا تھا سو دل پر اپنے جذبوں پر جبر کر کے آنکھیں بند کر کے سونے کی کوشش کرنے لگا اس کا خیال آتے ہی آنکھیں چند منٹ بعد ہی کھول دیں۔

"آپ میوزک سن لیں یا کوئی کتاب پڑھ لیں"۔

"نہیں ابھی موڈ نہیں ہے"۔

"تو کیا کریں گی اس وقت اگر میری آنکھ لگ گئی"

"تو آپ سو جائیے نا۔ میں بیٹھی ہوں آپ کے پاس"۔

"میرے پاس"۔ حسن نے اس کی آنکھوں میں دیکھتے ہوئے کہا۔

"کب تک کے لئے؟"

"پتا نہیں"۔ اس نے نظریں جھکا کر کہا تو وہ چھوٹے سے اس کے چاندنی بکھیرتے پاکیزہ چہرے کو دیکھتا رہا اور پھر آنکھیں بند کر کے ذرا دیر میں سو گیا۔ دوا اور انجکشن نے بھی اثر دکھایا تھا اسے گھنٹہ ہو گیا تھا سوتے ہوئے۔ رانیہ اٹھ کر کچن میں آ گئی اور فریج کھول کر کھانے کی اشیاء دیکھنے لگی۔ ڈبل روٹی، جیم، مکھن، انڈے، کیک، موسمی پھل موجود تھے۔ فریزر میں مرغی کا گوشت دو پیکٹوں میں رکھا تھا۔ اس نے کچھ سوچ کر ایک پیکٹ نکال لیا اور برتن لے کر تمام مصالحوں کے ڈبے دیکھے۔ جن پر چٹیں لگی تھیں اس لئے اسے اپنی مطلوبہ چیزیں ڈھونڈنے میں آسانی ہوئی اس نے یخنی پکنے کے لئے رکھ دی۔ خود ڈبل روٹی اور جیم سے لنچ کیا۔ یخنی پک چکی تو اس نے ایک کپ علیحدہ سے نکال لی۔ کارن فلور کا ڈبہ اور انڈا اٹھایا سوپ بنا کر وہ دوسرے کمرے میں چلی گئی عصر کی نماز ادا کر کے حسن کے کمرے میں آئی وہ گہری نیند میں تھا اب تو تین گھنٹے سے زیادہ ہو گئے تھے اسے سوتے ہوئے وہ اسی طرح الٹا لیٹا سو رہا تھا رانیہ نے ڈرتے ڈرتے اسے پکارا۔

"حسن، حسن پلیز! اٹھیے مجھے ڈر لگ رہا ہے اتنی دیر ہو گئی آپ کو سوتے ہوئے"۔

"اوہ...... آئے...... اف"۔ حسن نے آنکھیں کھول کر اس کا چہرہ دیکھا۔ تو اسے یاد آیا کہ وہ اکیلا نہیں ہے بلکہ گھر میں ایک پیاری سی لڑکی بھی موجود ہے جو اس کی نیند کی طوالت سے خوفزدہ ہو سکتی ہے۔ سو وہ فوراً ہی اٹھنے لگا تو درد سے کراہ اٹھا۔

"آرام سے"۔ رانیہ نے بے اختیار آگے بڑھ کر اس کے شانے پر ہاتھ رکھا تو اس کی مسیحائی کا لمس اس کے درد میں کمی کا باعث بن گیا وہ مسکرا دیا۔ رانیہ نروس ہو کر ایکدم

سے پیچھے ہٹ گئی اور اسے دیکھتے ہوئے پوچھنے لگی۔
"آپ کے کپڑے نکال دوں؟ منہ ہاتھ دھو کر چینج کر لیجیے گا۔"
"میں نہاؤں گا مٹی سر میں بھی گھس گئی ہے، رات کو خارش ہو گی۔" حسن نے اٹھتے ہوئے کہا۔
"کوئی ضرورت نہیں ہے نہانے کی اتنی سردی ہو رہی ہے اوپر سے چوٹ بلکہ چوٹیں آئی ہیں۔ انجکشن لگا ہے اور پانی بھی یخ ٹھنڈا ہے تکلیف میں اضافہ ہو گا لیں کپڑے۔" رانیہ نے وارڈ روب میں سے آسمانی رنگ کا شلوار قمیص نکال کر اسے دے دیا۔
"تم تو اصلی بیویوں والی باتیں کر رہی ہو۔" حسن نے ہنس کر کہا۔
"تو کیا میں نقلی بیوی ہوں؟"
"نہیں ہو تو اصلی لیکن...... خیر یہ بتاؤ تمہیں کیسے پتا چلا کہ پانی یخ ٹھنڈا ہے۔" حسن نے فوراً بات بدلتے ہوئے پوچھا۔
"آپ کے جانے کے بعد میں نے غسل فرمانے کی غلطی کی تھی۔ اُف میں فریز ہو گئی تھی وہ تو میں ہیٹر کے قریب بیٹھی تب کہیں جا کر پگھلی۔" رانیہ نے اس انداز سے بتایا کہ وہ بے اختیار قہقہہ لگا کر ہنس پڑا اور پھر اس کے خفا خفا نظر سے دیکھنے پر بولا۔
"آئی ایم سوری یہاں گیزر نہیں لگا ہوا۔ اس لیے آپ کو زحمت اٹھانا پڑی۔"
"اٹس آل رائیٹ میں نے کوئی گلہ یا طنز تو نہیں کیا۔ میں تو آپ کی حالت کے پیش نظر آپ کو بتا رہی ہوں تاکہ آپ احتیاط کریں۔" اس نے نرم لہجے میں کہا۔
"مجھے معلوم ہے تھینک یو ویری مچ فار سو کیئرنگ۔" حسن نے اسے محبت پاش نظروں سے دیکھتے ہوئے کہا تو وہ اس کی نظروں سے گھبرا کر کمرے سے باہر نکل گئی۔ وہ اس کی ہدایت پر عمل کرتا منہ دھو کر ہی کپڑے تبدیل کر کے آ گیا وہ کچن میں تھی اس کے لیے سوپ پیالے میں نکالا تو اس کی شکل دیکھ کر حیران رہ گئی۔ سوپ میں کارن فلور کی گٹھلیاں بنی ہوئی تھیں کچھ دیر پہلے تو ٹھیک تھا اچانک کیا ہوا تھا اس کی سمجھ سے باہر تھا۔
"یہ کیا بنایا آپ نے؟" حسن نے کچن میں داخل ہوتے ہوئے پوچھا تھا۔
"یہ میں نے آپ کے لیے سوپ بنایا تھا۔" اس نے شرمندہ سا چہرہ بنا کر پیالہ اس کے سامنے کر دیا تو وہ پیالہ لے کر اس میں چمچ چلاتے ہوئے بولا۔
"کیا آپ نے سوپ بنایا ہے؟"
"میں نے تو سوپ ہی بنایا تھا یہ خود ہی پتا نہیں کیا بن گیا؟" وہ معصومیت سے بولی تو حسن اپنے بے ساختہ اُمڈ آنے والے قہقہے کو روک نہ سکا۔ رانیہ نے خفگی و شرمندگی سے اسے دیکھا۔
"کوکنگ آتی ہے آپ کو؟" حسن نے اپنی مسکراہٹ دبا کر سنجیدگی سے پوچھا۔
"آتی ہے سارے چائنیز کھانے اور پاکستانی کھانے بنانا آتے ہیں مجھے۔"
"تو یہ کیا ہوا کیا چائنیز سوپ سے جنگ چھڑ گئی تھی؟" وہ سوپ کا پیالہ اس کے سامنے رکھتے ہوئے بہت نرمی و شرارت سے پوچھ رہا تھا۔
"مجھے نہیں پتا آپ کی کس چیز میں گڑبڑ تھی ورنہ میں نے تو بالکل ٹھیک بنایا تھا سوپ۔"
"یقیناً ٹھیک بنایا ہو گا۔ بات یہ ہے کہ یہاں پہ کارن فلور تقریباً ڈیڑھ سال پرانا ہے اسی نے یہ ساری گڑبڑ کی ہو گی۔ میں اکیلا بندہ اتنی محنت کرنے کے بجائے کبھی موڈ ہوتا ہے تو چائنیز جا کر سوپ کا مزہ چکھ لیتا ہوں۔ اس لیے کارن فلور رکھا رکھا خراب ہو گیا ہو گا۔" حسن نے کرسی پر بیٹھ کر مسکراتے ہوئے بتایا۔
"میری محنت ضائع گئی۔" وہ خفگی سے بولی۔
"آئی ایم ریئلی سوری اینڈ تھینک یو ویری مچ رانیہ! آپ نے میرے لیے اتنی محنت کی۔" حسن نے دل سے اس کا شکریہ ادا کیا اس کا یہ اپنائیت بھرا اور خیال رکھنے والا انداز تو اسے اور زیادہ اس کی محبت میں مقید کیے جا رہا تھا۔

"پلیز! مجھے شرمندہ نہ کیجئے آپ نے میرے لئے اتنا کچھ کیا ہے۔ کیا میں ذرا سا سوپ بھی نہیں بنا سکتی۔ آپ تو میرے محسن ہیں' آپ کے احسانات کا بدلہ تو میں ساری زندگی ادا نہیں کر سکتی"۔ رانیہ نے دل سے سنجیدگی سے کہا۔

"اب آپ مجھے شرمندہ کر رہی ہیں"۔ حسن نے کہا تو وہ مسکرا دی اور یخنی دوسرے پیالے میں ڈال کر اس کے سامنے رکھ دی جو حسن نے چند منٹ میں پی لی' وہ پیالے دھونے کے لئے اٹھانے لگی تو یخنی کا خالی پیالہ اس کے ہاتھوں سے پھسل گیا اور پہلے اس کی چیخ نکلی اور پھر پیالہ ٹوٹا اور حسن کی ہنسی فضا میں بکھر گئی۔

"اگر آپ اسی طرح ڈرتی' ڈرتی ہوتی اور برتن توڑتی رہیں تو مجھے خدشہ ہے کہ میرے گھر کی ساری کراکری ٹوٹ جائے گی۔ آپ وہاں اپنے گھر میں بھی اسی طرح برتن توڑتی ہیں؟" حسن نے اس کی شرمندہ شرمندہ صورت کو بہت پیار سے دیکھتے ہوئے کہا۔

"نہیں تو' کبھی بھی نہیں مجھ سے تو کبھی کوئی برتن نہیں ٹوٹا"۔ اس نے ایمانداری سے بتایا۔

"ریگی....." وہ ہنسا۔

"آپ کو یقین نہ آئے تو بے شک نانو اور عاشی سے پوچھ لیجئے گا"۔ رانیہ نے خجل ہو کر کہا تو وہ مسکراتے ہوئے بولا۔

"نہیں آپ نے کہا میں نے یقین کر لیا۔ یہ گھر بھی آپ ہی کا ہے' چاہیں تو سارے برتن توڑ دیں بس اس گھر والے کا دل نہ توڑیئے گا"۔

"آپ آرام کریں ناں"۔ اس نے شپٹا کر کہا تو وہ اس کی حالت پر ہنس پڑا۔

☆.....☆.....☆.....☆

رات بھر وہ اس کے سرہانے بیٹھی رہی۔ جتنی سورتیں اسے یاد تھیں پڑھ پڑھ کر اس پر اور اپنے پر پھونکتی رہی۔ فجر کے قریب اس کی آنکھ لگی تو حسن کی آنکھ کھل گئی وہ بیڈ کی پٹی پر بازوؤں پر سر رکھے سو رہی تھی۔ اس نے حیرت اور محبت سے اسے دیکھا۔ اس کے ہاتھ کو نرمی سے چھوا تو وہ چونک کر اٹھ گئی۔ حسن نے آنکھیں دوبارہ بند کر لیں تھیں۔ رانیہ نے اٹھ کر اس کی پیشانی پر ہاتھ رکھا اور بخار کا شک دور کیا۔ فجر کی اذان شروع ہو گئی اور وہ نماز کے لئے اٹھ گئی۔ حسن اس کے ہر ہر عمل پر اس پر فدا ہوتا جا رہا تھا۔ وہ نماز ادا کر کے کچن میں چلی گئی تھی اتنے میں وہ بھی اٹھا اور وضو کر کے نماز کے لئے کھڑا ہو گیا۔ اس کا جوڑ جوڑ دکھ رہا تھا مگر دل بھرے کے لئے دعا کے لئے اسے جائے نماز تک لے آیا تھا۔ وہ رانیہ کے ساتھ کی دعا مانگ رہا تھا۔ اس کی محبت کا تمنائی تھا۔

"یا اللہ! رانیہ سے میرا یہ رشتہ جو مجھے اتفاقاً یا مصلحتاً قائم ہو گیا ہے میں دل سے اس رشتے کو اپنی ساری زندگی کے لئے قائم رکھنا چاہتا ہوں۔ میں اس کے بغیر جی سکوں گا یا نہیں یہ تو صرف تو ہی جانتا ہے میں تو صرف اتنا جانتا ہوں کہ میں رانیہ کو بہت چاہتا ہوں۔ اس کا ساتھ چاہتا ہوں اس کی جدائی کی اذیت سہنے کی سکت نہیں پاتا خود میں۔ یا اللہ! اپنے حبیب کے صدقے مجھے رانیہ کا ابدی ساتھ بخش دے میری کسی نیکی کے صلے میں مجھے یہ خوشی یہ نعمت یہ انعام عطا فرما دے"۔ حسن نے دل سے خشوع و خضوع سے دعا مانگی تسبیح کی اور بمشکل تمام چلتا ہوا کچن تک آیا۔ وہ ناشتہ تیار کر رہی تھی اور دو چولہوں پر بڑی پتیلیوں میں پانی گرم ہو رہا تھا۔ رانیہ کے ہاتھ تیزی سے آملیٹ بنا رہے تھے چائے وہ بنا چکی تھی۔

"السلام علیکم!" حسن نے سلام کر کے اسے اپنی آمد سے مطلع کیا۔

"وعلیکم السلام! صبح بخیر کیسی طبیعت ہے اب آپ کی؟" رانیہ نے اس کی جانب دیکھ کر مسکراتے ہوئے پوچھا تو وہ کرسی پر بیٹھتے ہوئے مسکرا کر بولا۔

"بہتر ہے مگر چلنے میں پرابلم ہو رہی ہے اور پورا بدن دکھ رہا ہے"۔

"لیں ناشتہ کر لیں اس کے بعد دوا کھا لیجئے اور مکمل بیڈ ریسٹ کریں آج آپ" رانیہ نے آملیٹ پلیٹ میں رکھ کر پلیٹ اس کے سامنے رکھتے ہوئے کہا اور ساتھ ہی ڈبل

روٹی بھی اس کے سامنے رکھ دی۔ چائے کپ میں انڈیلنے لگی تو اس کی نظر اس کی آنکھوں پر پڑی تو بے قرار سا ہوگیا۔ سرخ سوجی سوجی آنکھیں، چہرہ بھی تپا تپا سا لگ رہا تھا۔

"آپ کی طبیعت ٹھیک ہے رانیہ؟"

"جی بس سر میں درد ہے۔ آپ کے پاس کوئی پین کلر ہوگی؟"

"جی ہے، ناشتے کے بعد لے لیجیے گا۔ آپ ناحق رات بھر جاگیں"۔ حسن نے محبت سے اسے دیکھا۔

"بس نیند آ کر ہی نہیں دی"۔ وہ چائے کا سپ لے کر بولی۔

"آپ کو ناشتہ بناتا دیکھ کر حیرت بھی ہوئی اور خوشی بھی اب دل چاہ رہا ہے کہ آپ ہر صبح یہاں ناشتہ بنا رہی ہوں اور بابدولت مزے سے کھائیں۔ آپ نے کوکنگ کس سے سیکھی ہے؟" وہ آملیٹ چکھ کر پوچھنے لگا۔

"امی اور نانی جان سے کچھ کتابوں سے ترکیبیں پڑھ کر میری امی جان بہت عمدہ کوکنگ کرتی تھیں۔ انہیں دیکھ کر مجھے بھی پکانے کا شوق ہوا۔ گھر میں ہر کام کے لئے ملازم ہیں مگر مجھے امی جان نے اپنے کام خود کرنے کی عادت ڈالی ہے"۔ وہ سنجیدگی سے بتا رہی تھی اس کے لہجے میں اپنی ماں کے ذکر پر دکھ در آیا تھا۔ حسن نے ہمدردی سے اسے دیکھا۔

"آپ کی اس عادت کا مجھے تو بہت فائدہ ہوا ہے"۔ حسن نے کہا تو وہ مسکرا دی۔

"یہ پانی گرم ہوگیا ہے آپ نہانا چاہیں تو نہا لیجیے گا"۔ رانیہ نے بے دلی سے ناشتہ کرتے ہوئے کہا تو فرط مسرت سے اس کی آنکھیں بھر آئیں اسے اس کا کتنا خیال تھا۔

"رانیہ! آپ نے کیوں اتنی زحمت کی۔ تم چلی جاؤ گی تو کون رکھے گا اس طرح سے میرا خیال۔ ایسا مت کرو بے بی! میں تو پہلے ہی بہت مشکل میں ہوں"۔ حسن نے بہت محبت، چاہت اور والہانہ پن سے اسے دیکھتے ہوئے کہا تو اس کا دل اس کی اور اپنی بے بسی پر بھر آیا۔ اس نے نظریں چرا کر اس کے لئے رکھی یخنی کا پیالہ اٹھایا اور گرم گرم یخنی اس کے سامنے رکھ دی۔

"میں نانو! کو فون کر لوں؟" رانیہ نے جلدی جلدی سلائس ختم کر کے پوچھا۔

"ضرور کریں اور جتنی دیر دل چاہے بات کریں نانو! کو فون کرنے کے لئے آپ کو مجھ سے اجازت لینے کی ضرورت نہیں ہے"۔ حسن نے یخنی کا گھونٹ بھر کر کہا۔

"تھینک یو"۔ وہ اٹھ کر جانے لگی تو اس کا سر چکرا گیا۔ حسن نے اس کی کلائی تھامی۔ تو اسے احساس ہوا کہ وہ تو بخار میں جل رہی ہے۔

"رانیہ! آپ کو تو بہت تیز بخار ہے"۔ حسن کھڑا ہو کر فکرمندی سے بولا۔

"نہیں، تھکن ہے شاید نیند پوری نہیں ہو سکی نا کئی راتوں سے"۔ اس نے گھبرا کر کہا۔

"چلیں پہلے دوا کھائیں آئیں میرے ساتھ"۔ وہ اسے اپنے کمرے میں لے آیا اس کا ٹمپریچر چیک کیا تو سر پکڑ کر بیٹھ گیا اور چند سیکنڈ بعد ٹیبلٹ نکالتے ہوئے بولا۔

"103 ہے ٹمپریچر اور آپ پہنچ گئیں ناشتہ بنانے یہ ٹیبلٹ کھائیں"۔

"اچھا خاصا تیز بخار ہے اور ہوتا کیسے نہیں راتوں کی بھاگ دوڑ بارش، سردی، نیند کی کمی، پھر ٹھنڈے پانی سے غسل اور رات بھر پریشانی میں جاگنا۔ یہ سب تو ہونا ہی تھا۔ بڑی ہمت ہے آپ کی اپنی بیماری اور تکلیف چھپانے کا فن جانتی ہیں"۔

"چھپانا آنا چاہیے کیونکہ ضروری تو نہیں ہے کہ ہر بیمار کو کوئی مسیحا مل جائے"۔ رانیہ نے بہت گہرے لہجے میں کہا تو وہ متاثر ہوئے بغیر نہ رہ سکا۔

"بات تو بہت صحیح کہی آپ نے چلیں اب سو جائیں"۔ حسن نے اپنے بیڈ سے اٹھتے ہوئے کہا۔

"نانو کو فون....."

"ہاں آئیں پہلے فون کر لیں"۔ وہ ڈرائنگ روم میں

آ گئی' حسن نے کچن میں جا کر اپنا ناشتہ ختم کیا۔ چولہے بند کر دیئے وہ نانو' عاشی اور ماموں سے بات کر رہی تھی۔

"نانو! ہم کل پرسوں تک آ جائیں گے۔ اصل میں حسن صاحب کا ایکسیڈنٹ ہو گیا ہے نا"۔ وہ بتا رہی تھی تو انہوں نے کہا۔

"حسن سے میری بات کراؤ بلکہ اس فون کا نمبر مجھے لکھواؤ اور خواہ مخواہ اس غریب کا بل زیادہ آئے گا"۔

"جی نانو لکھیئے"۔ رانیہ نے انہیں فون نمبر لکھوا دیا اور فون بند کر دیا۔

"بات ہو گئی آپ کی؟" حسن کچن سے باہر آتے ہوئے پوچھ رہا تھا۔

"جی ہو گئی نانو! آپ سے ضروری بات کرنا چاہتے ہیں ابھی فون کریں گے"۔

"فون کریں گے تو کیا آپ نے میرا فون نمبر انہیں بتا دیا ہے؟"

"جی وہ..... نانو نے پوچھا میں نے بتا دیا سوری"۔ وہ شرمندہ ہو کر بولی۔

"انہیں شاید میرے ٹیلی فون کے بل کی فکر ہو گی۔ کے میں زیادہ بل ادا نہیں کر پاؤں گا"۔ حسن نے صوفے پر بیٹھتے ہوئے تلخی سے کہا بات تو یہی تھی مگر وہ اسے بتا کر دکھی نہیں کرنا چاہتی تھی۔ اس لئے جلدی سے بولی۔

"نہیں ایسی بات نہیں ہے' مجھے خیال نہیں رہا' ورنہ میں نہ بتاتی آئی ایم سوری"۔

"آپ کیوں ذرا ذرا سی بات پر پریشان اور خوفزدہ ہو جاتی ہیں۔ کوئی بات نہیں ہو جاتا ہے ایسا۔ اب آپ کے نانو آپ کو خود بھی یہاں سے لے جا سکتے ہیں"۔ وہ نرمی سے بولا۔

"نہیں میں آپ کے ساتھ چلوں گی" وہ صوفے پر بیٹھتے ہوئے معصومیت سے بولی۔

"کہاں تک؟" حسن نے پوچھا تو اس سے پہلے کہ وہ کوئی جواب دیتی۔ ٹیلی فون کی گھنٹی بج اٹھی حسن نے دوسری بیل پر ریسیور اٹھا کر کان سے لگا لیا۔ سلام دعا کے بعد نانو اپنے مطلب کی بات پر آ گئے جس کا حسن کو خدشہ تھا اور اندازہ بھی۔

"حسن میاں! ہم آپ کے ممنون ہیں کہ آپ نے ہماری بچی کی حفاظت کی۔ آپ کا یہ احسان اپنی جگہ بہت عظیم ہے۔ لیکن یہ بھی طے ہے کہ ہم خاندان سے باہر شادی نہیں کیا کرتے اور پھر اس طریقے سے ہونے والی شادی کی کوئی اہمیت نہیں ہے ہماری نظر میں۔ آپ رانیہ کو لے آئیں۔ بقول آپ کے وہ آپ کے پاس ہماری امانت ہے تو امانت' امانت دار تک جتنی جلدی ممکن ہو پہنچ جانی چاہئے"۔

"جی سر! میں سمجھ رہا ہوں۔ آپ کی بات آپ بے فکر رہئے انشاء اللہ ہم کل یہاں سے چل پڑیں گے موسم کی وجہ سے راستے خراب ہیں اور میرا ایکسیڈنٹ ہو گیا تھا آپ مطمئن رہیں کل شام یا رات تک آپ کی نواسی آپ کے پاس ہو گی"۔ حسن نے سنجیدہ لہجے میں کہا۔

"جیتے رہو' رانیہ کے ماموں سے بات کرو"۔

"ہیلو السلام علیکم منیب صاحب! جی فرمایئے"۔ حسن نے مہذب لہجے میں کہا۔

"حسن صاحب! ہم نے طلاق کے کاغذات تیار کرا لیئے ہیں۔ آپ آ کر دستخط کرتے جایئے گا' آپ پڑھے لکھے اور سمجھدار نوجوان ہیں۔ جانتے ہوں گے کہ ایسے معاملات کورٹ کچہری میں جا کر بدنامی اور رسوائی کا باعث بنتے ہیں۔ ہم اپنی عزت کورٹ کچہری میں نہیں گھسیٹنا چاہتے۔ اس نکاح پر ہم خود متفق نہیں ہیں تو بھلا اپنے رشتے داروں کو کیسے مطمئن کر سکیں گے۔ مجرموں کے ترغے میں نکاح ہونا کم از کم ہم تسلیم نہیں کر سکتے۔ آپ سن رہے ہیں ناں"۔ منیب ماموں بول نہیں رہے تھے اس کے دل میں نشتر چبھو رہے تھے۔ روح میں خنجر اتار رہے تھے۔

"منیب صاحب! آپ کو اتنا کچھ کہنے کی ضرورت نہیں ہے۔ رانیہ آپ کی ہی نہیں میری بھی عزت ہے اور میں عزت کی حفاظت کرنا جانتا ہوں۔ یہ بات آپ کو باور کرانے کی ضرورت نہیں ہے مجھے۔ ہم کل پہنچ رہے ہیں۔

(جاری ہے)

سباس گل

آخری قسط

سلسلے وار ناول

فیصلہ دل کا

حسن نے سنجیدہ اور سپاٹ لہجے میں جواب دیا اور ریسیور کریڈل پر رکھ دیا اور بے بسی سے رانیہ کو دیکھا۔

"کیا کہا ماموں جان نے؟" رانیہ نے پریشان ہو کر پوچھا۔

"انہوں نے میرے ڈیتھ وارنٹ جاری کر دیئے ہیں اور ان پر دستخط بھی مجھ ہی کو کرنا ہوں گے"۔ وہ بہت ٹوٹے ہوئے مگر معنی خیز لہجے میں بولا تو وہ تڑپ گئی۔

"یو مین ڈائیورس..... پیپرز"۔ رانیہ نے سمجھتے ہوئے دکھ سے کہا۔

"تم بہت سمجھدار ہو' کاش..... ان لوگوں کو بھی سمجھا سکو"۔ حسن نے کہا تو اس کے موبائل کی بیل نے اس کی توجہ اپنی جانب مبذول کی۔ حسن نے فوراً موبائل آن کیا۔

"ہیلو! السلام علیکم سر' جی سر اب تو بہتر ہوں۔ رینکی اور تھینکس گاڈ! شکر الحمدللہ سر میری محنت کے علاوہ آپ کا تعاون اور اعتماد بھی شامل حال رہا تھا جب ہی یہ مشکل کام ممکن ہو سکا۔ آپ کو کیسے پتا چلا سر' تھینک یو سر میں تین چار روز میں آپ سے ملنے آؤں گا ابھی چند اہم اور ضروری کام انجام دینے ہیں۔ رائٹ سر تھینکس اگین اللہ حافظ"۔ حسن نے موبائل آف کر کے صوفے کی پشت سے ٹیک لگا کر آنکھیں بند کر لیں۔ رانیہ بہت بے چینی اور بے قراری سے اسے دیکھتے ہوئے پوچھنے لگی۔

"کس کا فون تھا کیا ہوا ہے؟"

"میرے بگ باس کا فون تھا جو اس سارے مشن میں میرے ساتھ رہے ہیں۔ انہوں نے بتایا ہے کہ مجھے اس کارنامے کی کامیابی پر ایس پی کا عہدہ دیا جا رہا ہے تمام

تر سہولیات کے ساتھ اور آج میرا سی ایس ایس کا رزلٹ بھی آؤٹ ہو گیا ہے اور مابدولت نے تھرڈ پوزیشن حاصل کی"۔ حسن نے سنجیدگی سے بتایا۔

"رئیلی..... ! یہ تو بہت خوشی کی بات ہے۔ آپ کو ڈبل کامیابی بہت بہت مبارک ہو"۔ رانیہ نے دل سے خوش ہو کر اسے مبارک باد دی تو وہ اس کے چہرے کو دیکھتے ہوئے معنی خیز لہجے میں بولا۔

"کاش..... کامیابی ٹرپل ہو جائے"۔

"کیا بات ہے آپ خوش نہیں ہیں اپنی ان کامیابیوں پر؟"

"بہت خوش ہوں۔ شکر ہے اللہ تعالیٰ کا کرم ہے اس کی ذات کا کہ اس نے مجھ غریب کی محنت پر اپنی رحمت کی بارش برسا کر اسے پار لگایا"۔ حسن نے دل سے کہا۔

"تو پھر آپ کے چہرے پر وہ خوشی اور جوش کیوں نہیں ہے جو اتنی بڑی کامیابی پر نظر آنی چاہیئے"۔

"کیونکہ اس بار بھی میری خوشی سیلیبریٹ کرنے والا کوئی نہیں ہوگا اور اکیلے آدمی کی خوشی کیسی۔ کل آپ کو بھی تو میں نانو کے پاس چھوڑ آؤں گا"۔ وہ دکھی لہجے میں بولا۔

"تو کیا آپ مجھے چھوڑ دیں گے سچ مچ؟" رانیہ نے بہت بے قراری سے معصومیت سے پوچھا تو وہ بے چین ہو کر نظریں چرا گیا کہ اس کا دل اس کی آنکھوں میں ڈوبا جا رہا تھا اس کے چہرے کی معصومیت اسے اپنی طرف کھینچ رہی تھی۔ وہ کتنا بے بس تھا' رانیہ کی آنکھیں بھی بھیگ گئیں مگر وہ اس کے سامنے رونا نہیں چاہتی تھی اٹھ کر اس کے کمرے میں چلی آئی' ٹیبلٹس کھا چکی تھی لہٰذا دوسرے کمرے سے تکیہ اور کمبل لا کر اس کے کمرے میں موجود صوفہ کم بیڈ پر لیٹ گئی۔

"یہ کہتے کیوں نہیں ہیں کہ رانیہ! میں تمہیں چھوڑنا نہیں چاہتا' کیا جو میں سمجھ رہی ہوں وہ سب غلط ہے نا تو کی بات مان لیں گے حسن! تو ہم تو کبھی کسی طریقے سے بھی دوبارہ نہیں مل پائیں گے طلاق نہیں....." وہ سوچتے سوچتے روتے ہوئے سو گئی۔ حسن نہا کر تیار ہو گیا تھا۔

رانیہ کو صوفے کم بیڈ پر لیٹے دیکھ کر حیران ہوا تھا اسے بیڈ پر لیٹنے کا کہنا چاہا پھر باز رہا کہ وہ سو چکی تھی اور کئی دنوں کی نیند پوری نہیں ہوئی تھی اس کی۔ اس لئے اسے ڈسٹرب کرنا مناسب نہیں سمجھا۔ دوپہر کے دو بج رہے تھے اور رانیہ ابھی تک سو رہی تھی ڈور بیل بجنے پر حسن قدرے لنگڑا کر چلتا ہوا دروازے تک آیا۔

"فرصت مل گئی جناب کو"۔ دروازہ کھولتے ہی جمیل پر نظر پڑی تو پیار بھرا شکوہ کیا۔

"بس یار! ہوسٹل کی ڈیوٹی بھی تھکا دیتی ہے نائیٹ ڈیوٹی تھی۔ صبح گھر آتے ہی سو گیا اب جاگا تو تیار ہو کر سیدھا یہاں چلا آیا۔ یہ رکھ کھانا ہے تیری بھابی نے بنا کر بھیجا ہے تو نے ڈبل روٹی ہی نگلی ہوگی اب تک"۔ وہ ہاٹ پاٹ پکڑے اندر آتے ہوئے بولا اور ہاٹ پاٹ میز پر رکھ دیئے اور خود صوفے پر بیٹھ گیا۔

"ہاں یار! مگر اس تکلف کی کیا ضرورت تھی بھابی کا شکریہ ادا کرنا میری طرف سے"۔

"کر دوں گا تو سنا طبیعت ٹھیک ہے تیری"۔ جمیل نے اس کے چہرے کو دیکھتے ہوئے پوچھا۔

"شکر ہے اللہ کا بہت بہتر ہوں اور تیری اطلاع کے لئے عرض ہے کہ میں تھرڈ پوزیشن میں کامیاب ہو گیا ہوں ایگزامز میں۔ اور ایس پی کی پوسٹ آفر ہو رہی ہے تیرے اس ہیرو کو"۔ حسن نے مسکراتے ہوئے کہا یا دھماکہ کر دیا تھا وہ خوشی سے اچھل پڑا۔

"کیا' کیا..... واہ' واہ زندہ باد میرے ہیرو! کیا ہے نا ہیرو والا کام بہت بہت مبارک ہو حسن یار' بہت بہت مبارک ہو"۔ ڈاکٹر جمیل نے اسے اپنے گلے سے لگا لیا اور پھر اٹھا کر گھما ڈالا تو حسن نے کہا۔

"شکریہ بھائی صاحب! اب کیا اسی طرح میرا معائنہ فرمانے کا ارادہ ہے"۔

"او..... اوئے یہ کون ہے جنت کی حور ہے یا....."

جمیل کی نظر اچانک دروازے میں کھڑی رانیہ پر پڑی تو اسے چھوڑ کر حیرانگی سے رانیہ کو دیکھتے ہوئے پوچھا وہ ڈور

بیل کی آواز پر اٹھ گئی تھی منہ ہاتھ دھویا تو ان کے شور پر باہر نکل آئی۔

"کون؟" حسن نے اس کی نظروں کے تعاقب میں رانیہ کو کھڑے دیکھا تو مسکرا کر بولا۔

"یہ رانیہ ہیں آیئے رانیہ یہ میرے دوست ہیں ڈاکٹر جمیل"۔

"السلام علیکم"۔ رانیہ نے آگے آتے ہوئے اسے سلام کیا۔

"وعلیکم السلام' جیتی رہیئے" ڈاکٹر جمیل نے مسکراتے ہوئے جواب دیا اور پھر اس کو دیکھتے ہوئے بولے۔

"ماشاءاللہ چشم بددور' یہ تو کسی اسکول کی بچی اٹھا کر لایا ہے؟"

"اسکول کی نہیں یہ کالج کی اسٹوڈنٹ ہیں اور ذرا تمیز سے یہ بھابی ہیں تمہاری"۔

"کیا؟" ڈاکٹر جمیل حیرت سے بے ہوش ہوتے ہوتے رہ گیا۔

"آپ بیٹھیئے میں آپ کے لئے چائے بنا کر لاتی ہوں"۔ رانیہ نے مسکراتے ہوئے کہا اور کچن کی طرف بڑھ گئی۔

"چائے..... کچن"۔ ڈاکٹر جمیل حیرت سے بولا۔

"یہ وہی کروڑ پتی لڑکی ہے تو کچن میں اس کا کیا کام؟"

"تیری طرح مجھے بھی حیرت ہوئی تھی لیکن یہ بہت منفرد اور مختلف لڑکی ہے' بہت کیئرنگ ہے' بہت اچھی کک بھی ہے"۔ حسن نے بیٹھتے ہوئے بتایا۔

"اچھا! تو اتنا کچھ جان بھی چکے ہیں جناب! اور اب میں سمجھا کہ رات کو مجھے یہاں ٹھہرنے کیوں نہیں دیا جا رہا تھا۔ حور شمائل مسیحا موجود جو تھی تو یہ عیش تھے ہوں....." ڈاکٹر جمیل نے اس کے پاس بیٹھ کر شوخ و شریر لہجے میں کہا تو وہ جھینپ گیا۔

"آہستہ بول اگر اس نے سن لیا نا تو تیرا حلیہ بگاڑ دے گی۔ اس قسم کی باتیں اسے قطعی پسند نہیں ہیں"۔ حسن نے آہستہ سے ڈپٹا۔

"او..... تو جناب اپنا تجربہ بیان فرما رہے ہیں"۔ جمیل نے شرارت سے کہا تو وہ ہنس پڑا۔

"ویسے ہیرو' اس معاملے میں بھی تو نمبر لے گیا۔ رانیہ تیرے جیسے حسین و جمیل مرد کے ساتھ ہی جچتی ہے' ولیمہ کب کر رہا ہے؟" وہ اس کے قریب ہو کر شرارت سے مدھم آواز میں بولا۔

"کیسا ولیمہ؟" وہ چڑ کر بے بسی سے بولا۔

"کیا تجھے نہیں معلوم کے ایک شریف لڑکی اگر اغواء کر لی جائے اس کے اغواء کرنے والے اپنی مرضی سے نکاح کرا دیں تو لڑکی کے گھر والے کسی قیمت پر اس نکاح کو قبول نہیں کرتے۔ بات عدالت تک جا پہنچتی ہے مارا ماری کی نوبت آ جاتی ہے اور رانیہ کے گھر والوں سے میری بات ہو چکی ہے' وہ بھی یہی کچھ سوچ رہے ہیں"۔

"یعنی یہ نکاح ختم کرانے کا؟" ڈاکٹر جمیل نے صدمے میں گھر کر کہا۔

"ظاہر ہے وہ لوگ تو ڈرائیورس پیپرز بھی تیار کرا چکے ہیں"۔ وہ دل گرفتگی سے بولا۔

"اور میں کل رانیہ کو اس کے گھر چھوڑنے جا رہا ہوں"۔

"شاباش ہے ہیرو! یعنی خود اپنے ہاتھوں سے اپنی ہیروئن کو ہمیشہ کے لئے ظالم سماج کے حوالے کرنے چلے ہو"۔ ڈاکٹر جمیل کو اس کی آنکھوں میں جھلکتے پیار کا رنگ نظر آ گیا تھا جو رانیہ کو دیکھتے ہوئے ابھرا تھا۔ اسی لئے اسے اس کی اس بات پر غصہ آ رہا تھا۔

"کچھ نہیں کل صبح اپنی بیوی کو اپنی محبت کو چھوڑ آ اپنی خوشیوں کی شام کر لو۔ بہت افسوس کی بات ہے تو تو بہت ہی بے وقوف ہے' بزدل اور بے....."

"ہاں' ہاں بکے جا۔ مجھے معلوم ہے کہ تو کتنا غیرت مند لقب دینے والا تھا مجھے"۔ حسن نے اس کے ادھورے جملے کو سن کر اس کی کمر میں مکہ مار کر کہا۔ وہ قہقہہ لگا کر ہنس پڑا۔ اسی وقت رانیہ ٹرے میں دو کپ چائے اور پلیٹوں میں کیک اور بسکٹ رکھ کر لائی۔ ٹرے میز پر رکھی اور واپس کچن میں چلی گئی۔ جمیل نے چائے کا کپ اٹھا کر سپ

لے کر کہا۔

"ذائقہ تو عمدہ ہے' ساری زندگی یہ ذائقہ پینے کو دل نہیں چاہتا تیرا"۔

"دل چاہتا ہے جبھی تو مشکل میں ہوں"۔ وہ بے بسی سے اپنے بالوں میں ہاتھ پھیرتے ہوئے بولا۔

"تو اسے کہہ دے نا"۔

"کیا؟" حسن نے اس کی طرف دیکھا تو وہ گنگنانے لگا۔

"یہی کہ تیری جدائی کا دکھ سہنا مشکل ہے بڑا مشکل ہے

تجھ سے بچھڑ کر زندہ رہنا مشکل ہے بڑا مشکل ہے"

"چپ کر' وہ سن لے گی"۔ حسن نے اپنی ہنسی روکتے ہوئے کہا۔

"اور داد دے گی"۔ وہ اترایا تو اسے ہنسی آ گئی پھر چائے کا گھونٹ بھر کر بولا۔

"اپنی گاڑی کی چابی اور کاغذات دے جانا۔ دو دن کے لئے چاہیئے"۔

"لے ہیرو' یہ گاڑی کی چابی اور یہ کاغذات۔ تو بھی بڑا خوش قسمت ہے ابھی کل ہی میں نے پیٹرول کی ٹنکی فل کروائی ہے۔ گاڑی ایکدم فٹ ہے"۔ ڈاکٹر جمیل نے اپنی جیکٹ کی جیب میں سے چابی اور کاغذات لائسنس نکال کر اسے تھما دیئے۔

"تھینکس! میری بائیک ورکشاپ سے لے لینا اور فلیٹ کا خیال رکھنا"۔

"ٹھیک ہے ہیرو! مگر ایک شرط پر۔ واپس آؤ تو رانیہ بھابی دلہن کے روپ میں تمہارے ساتھ ہونی چاہئیں۔ میدان عشق میں جھنڈے گاڑ دو تو اصلی ہیرو مان لوں گا"۔

"تو کیا اب تک تو مجھے نقلی ہیرو سمجھتا رہا ہے"؟

"نہیں' تو تو اب بھی میرا ہیرو ہے"۔ اس نے اس کا ماتھا چوم کر کہا۔

"چل ہٹ بڑی بوڑھیوں کی طرح پیار کرنے لگتا ہے"۔ حسن نے اسے چھیڑا۔

"اچھا سن' تو آج رات بھابی کے ساتھ ڈنر ہماری طرف کرنا"۔ جمیل نے کہا۔

"نہیں یار! اگر قسمت نے ساتھ دیا تو پھر سہی"۔

"چل جیسے تیری مرضی' واپسی پر اپنی ہیروئن کو ساتھ لے کر آنا سمجھے"۔

"اللہ تیری زبان مبارک کرے۔ تیرے منہ میں لڈو پیڑے"۔ حسن نے خوش ہو کر کہا۔

"خبردار!" وہ چائے پیتے پیتے رک کر چڑ کر بولا۔ لڈو پیڑے اسے شدید ناپسند تھے۔ بلکہ اس کی چڑ تھے کہ اس کی شادی میں اتنے کھلائے گئے تھے کہ وہ باقاعدہ چڑنے لگا تھا اور حسن کو اس کی چڑ معلوم تھی' جبھی لڈو پیڑے پر زور دے کر کہا تھا۔

"خبردار! جو لڈو پیڑے میرے سامنے بھی لائے۔ باقی مٹھائیوں پر بین لگا ہے کیا میں اپنی من پسند مٹھائی تجھ سے منگوا کر کھاؤں گا"۔

"کھا لینا' خفا کیوں ہوتے ہو۔ دعا ضرور کرنا میری کامیابی کی"۔ حسن نے ہنس کر کہا۔

"فکر نہ کرو ہیرو! میں تجھے اپنی دعاؤں کے سائے میں رخصت کروں گا"۔ ڈاکٹر جمیل نے اس کے سر پر باقاعدہ ہاتھ پھیرتے ہوئے کہا تو اسے ہنسی آ گئی۔

"او کے بھابی میں جا رہا ہوں۔ چائے بہت عمدہ تھی' بہت شکریہ"۔ جمیل نے بلند آواز میں اسے پکار کر کہا تو مجبوراً اسے کچن سے باہر آنا پڑا۔

"پسندیدگی کا شکریہ"۔ وہ مسکرا کر بولی۔

"بھابی! آپ کی آمد حسن کے لئے بہت مبارک ثابت ہوئی ہے ایس پی بھی بن گیا' مقابلے کا امتحان بھی پاس کر لیا"۔ جمیل نے اسے دیکھتے ہوئے کہا۔

"یہ ان کی اپنی محنت اور قابلیت ہے۔ اس میں میرا کوئی دخل نہیں ہے"۔ رانیہ نے مسکرا کر کہا۔

"آپ کا کافی دخل ہے بھابی! اچھا انشاء اللہ پھر ملاقات ہو گی۔ اور ہیرو......" وہ حسن کی طرف مڑا اور اس کو شانے سے تھام کر آہستگی سے بولا۔

"ہمت مرداں مدد خدا' جذبوں پر یقین ہے تو گھبرانا مت بیسٹ آف لک"۔

"تھینک یو جمیل!" حسن نے مسکراتے ہوئے کہا تو وہ مسکراتا ہوا خدا حافظ کہہ کر چلا گیا اور رانیہ نے چائے کے برتن اٹھائے اور کچن کی طرف جانے لگی تو حسن نے کہا۔

"رانیہ! چائے کا بہت شکریہ"۔

"یو آر ویلکم"۔ رانیہ نے مسکراتے ہوئے کہا اور کچن میں آ گئی ٹرے سلیب پر رکھ کر کپ دھونے لگی اور کپ رکھتے ہوئے ایک کپ پھسل کر نیچے جا گرا اور چھن کر ٹوٹ گیا۔

"اب کس کی شامت آئی ہے؟" حسن نے ہنستے ہوئے وہیں سے پوچھا۔

"کپ کی"۔ وہ خجالت سے مسکراتے ہوئے بولی اور کرچیاں سمیٹنے لگی۔

"لگتا ہے کہ مجھے پہلی تنخواہ سے نئی کراکری خرید کر لانا پڑے گی ٹی سیٹ' واٹر سیٹ' سوپ سیٹ سب پر ہاتھ صاف کر دیا آپ نے۔ اب ڈنر سیٹ باقی بچا ہے اسے بھی شرف ٹوٹ پھوٹ بخش دیجیے ورائٹی مکمل ہو جائے گی"۔ حسن نے کچن میں آ کر کہا۔

"آئی ایم سوری' پتا نہیں ایسا کیوں ہو رہا ہے' شاید میں نروس ہو جاتی ہوں آپ فکر نہ کریں میں نانو سے کہہ کر ساری کراکری نئی منگوا دوں گی آپ کو"۔ وہ شرمندہ ہو کر بولی تو اس نے اس کے چہرے کو دیکھتے ہوئے مسکراتے ہوئے کہا۔

"نہیں' اس کی بالکل ضرورت نہیں ہے۔ میں تو مذاق کر رہا تھا"۔

"لیکن نقصان تو سچ مچ ہوا ہے ناں"۔

"ہاں نقصان تو سچ مچ ہوا ہے"۔ وہ معنی خیزی سے بولا۔

"اچھا! طبیعت کیسی ہے آپ کی بخار چیک کیا آپ نے؟"

"جی 97 ڈگری ہے"۔ اس نے بتایا تو وہ اس کے چہرے کو دیکھتے ہوئے بولا۔

"ٹمپریچر ڈاؤن ہونے کا سبب کمزوری ہے۔ بھوک کے مطابق جو نہیں کھایا آپ نے دو چار لقمے بریڈ کے چکھ لیئے دو چار گھونٹ چائے کے پی لئے۔ پچھلے پانچ دن سے آپ جس طرح کھانے پینے سے پرہیز کر رہی ہیں ناں۔ اس کا یہی نتیجہ نکلنا تھا"۔

"آپ ڈانٹ کیوں رہے ہیں۔ میں کوئی اپنی مرضی سے ایسا کر رہی ہوں' طبیعت اور حالات ٹھیک نہ ہوں تو کھانا کب کھایا جاتا ہے ٹھیک سے"۔ وہ روہانسی ہو کر بولی۔

"معاف کر دو گڑیا رانی' سویٹ بے بی! میں بھول گیا تھا لو یہ کھاؤ۔ جمیل کی بیوی اور ہماری بھابی بہت لذیذ کھانا پکاتی ہیں۔ اب خوب سیر ہو کر کھاؤ۔ کیونکہ حالات بہتر ہیں اور طبیعت کھانا کھانے سے ہی بہتر ہو گی۔ بیٹھو شاباش"۔ حسن نے اس کے سامنے ہاتھ جوڑ کر پیار سے نرمی سے کہا تو وہ چپ چاپ بیٹھ کر کھانا کھانے لگی۔ مرغی کا سالن اور چپاتیاں تھیں۔ اسے بہت بھوک لگ رہی تھی دونوں نے بہت سیر ہو کر کھانا کھایا۔ حسن نے اسے دودھ میں اوولٹین گھول کر دیا جو اس نے خاموشی سے پی لیا۔

"رانیہ! میں یہ کپڑے اور سویٹر لایا تھا تمہارے لئے یہ پہن لو"۔ حسن نے شاپنگ بیگ لا کر اسے دیتے ہوئے بتایا تو اس نے شاپنگ بیگ کھول کر دیکھا اس میں ہلکے نیلے رنگ کا گرم سوٹ تھا۔ اور نیلے اور سیاہ رنگ کا دیدہ زیب اور خوبصورت لیڈیز سویٹر تھا۔

"او...... تھینک یو ویری مچ' مجھے سخت الجھن ہو رہی تھی کالج یونیفارم پہنتے پہنتے۔ میں نے کبھی اتنے دن ایک ڈریس نہیں پہنے رکھا تا اس لئے۔ بہت شکریہ آپ نے میری اس شاپنگ کی وجہ سے اتنی چوٹ کھائی"۔ وہ خوش ہو کر متشکر لہجے میں بولی۔

"کوئی بات نہیں انسان اپنوں کے لئے ہی چوٹ بخوشی سہہ سکتا ہے۔ مجھے لیڈیز شاپنگ کا کوئی تجربہ تو نہیں ہے۔ آپ کی پسند سے بھی ناواقف ہوں آج کل یہی

ڈیزائن اور فیشن ان ہے۔ سو میں نے خرید لیا۔ کلر پسند آیا آپ کو؟" اس نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"جی بہت یہ میرا فیورٹ کلر ہے اور امی جان کہا کرتی تھیں کہ یہ کلر مجھ پر بہت سوٹ کرتا ہے میں جب بھی نیلا رنگ پہنتی تھی تو وہ مجھے دیکھ کر کہتیں میری بیٹی کتنی پیاری لگ رہی ہے لگتا ہے جیسے نیلے آسمان سے چاند نکل آیا ہو"۔ رانیہ نے ماضی میں کھو کر کہا۔ حسن نے دیکھا اس کی شفاف سیاہ گہری آنکھوں میں پانی اتر آیا تھا وہ بھی اس کے دکھ پر دکھی ہوا مگر فوراً ہی مسکراتے ہوئے بولا۔

"آپ کی امی صحیح کہتی تھیں اور چاند تو سفید آسمان پر بھی خوب جگمگا رہا ہے"۔

"میں چینج کرلوں"۔ وہ شرمیلے پن سے مسکراتے ہوئے بولی۔

"ضرور"۔ وہ مسکرادیا اس نے منہ ہاتھ دھو کر کپڑے تبدیل کرلئے وہ بالوں میں برش کررہی تھی جب حسن کمرے میں آیا تو وہ اسے دیکھ کر مسکرادی۔

"اب تو مجھے بھی یوں لگ رہا ہے جیسے نیلے آسمان پر چاند نکل آیا ہے"۔ حسن نے اسے محبت پاش نظروں سے دیکھتے ہوئے مسکراتے ہوئے کہا تو وہ شرمیلی ہنسی ہنس دی۔

☆.....☆.....☆

صبح کے آٹھ بج رہے تھے حسن تیار ہوچکا تھا اور رانیہ اب تک سو رہی تھی۔ رات کو وہ دیر سے سوئی تھی کیونکہ سارا دن سوتی رہی تھی۔ اس لئے رات کو جلدی آنکھ نہیں لگی تھی۔ حسن اسے کتنی دیر سے بے چینی سے دیکھ رہا تھا۔ سوئی ہوئی وہ کتنی معصوم سی گڑیا لگ رہی تھی اور یہ معصوم سی گڑیا حسن کے دل میں بس گئی تھی۔

"رانیہ..... رانیہ! کتنا پیارا نام ہے رانیہ"۔ حسن کے لبوں سے شہد آگیں لہجے میں اس کا نام ادا ہوا۔ وہ اٹھ کر اس کے قریب آیا اور اسے پکار کر کہا۔

"رانیہ اٹھو گڑیا رانی! گھر نہیں جانا کیا؟"

"سونے دیں نا پلیز"۔ اس نے آنکھیں بند کئے ہی نیند سے بھری آواز میں کہا۔

"اچھا! سولو نیند پوری کرلو پھر چلیں گے"۔ حسن نے بہت محبت سے کہا اور اسے نیند میں گم دیکھ کر کمرے سے باہر آگیا۔ ناشتہ کیا اخبار پڑھا تھوڑی دیر ٹی وی دیکھنے کے بعد وہ بالکونی میں آکر کھڑا ہوا۔ سردیوں کا سورج سر پر کھڑا دھوپ پھیلا رہا تھا دن کے ساڑھے دس بج رہے تھے وہ کلائی پر بندھی گھڑی میں ٹائم دیکھتا واپس کمرے میں آیا تو رانیہ کو اپنے کالج بیگ میں کالج یونیفارم رکھتے دیکھا وہ تیار ہوچکی تھی۔ حسن کا دل ایکدم سے بجھ سا گیا وہ اسے اپنے ساتھ رکھنے کا اختیار رکھتا تھا لیکن اس سے کہہ نہیں سکتا تھا۔ اسے اپنے دل کی لگن پر محبت پر یقین تھا۔

"چلیں"۔ رانیہ نے بیگ میں سے اپنے سن گلاسز نکال کر بیگ کندھے پر لٹکا کر کہا۔

"ناشتہ تو کرلیں"۔

"نہیں، دل نہیں چاہ رہا، بھوک لگے گی تو راستے میں سے کچھ لے لیں گے"۔ اس نے جواب دیا۔

"اوکے چلیں"۔ وہ اس سے پہلے کمرے سے باہر نکل گیا۔ ڈرائنگ روم میں آکر رانیہ نے ایک نگاہ چاروں جانب ڈالی۔ اس کا دل کبھی یہاں سے جاتے ہوئے بہت دکھی ہورہا تھا۔

"اونو....." وہ جانے کے لئے مڑی تو میز پر رکھا گلاس اس کا ہاتھ لگنے سے نیچے جا گرا اور حسب سابق وہ بھی ٹوٹ گیا۔ اب رانیہ کی صورت دیکھنے والی تھی۔

"آخر جاتے جاتے بھی آپ نے کام دکھا ہی دیا"۔ حسن نے ہنستے ہوئے کہا تو اس کے ہونٹوں پر مسکراہٹ کے ساتھ آنکھوں میں آنسو امڈ آئے۔ جنہیں چھپانے کے لئے اس نے فوراً سن گلاسز لگا لیے اور فلیٹ سے باہر نکل گئی۔ حسن نے اس کی آنکھوں میں اترتی نمی دیکھ لی تھی جبھی دل مسوس کر کے رہ گیا اور گہرا سانس لبوں سے خارج کر کے فلیٹ کو لاک لگایا اور اس کے پیچھے تیزی سے سیڑھیاں اترنے لگا تو اس کی ٹانگ کی چوٹ نے اسے رکنے پر مجبور کردیا آگے بڑھتی رانیہ بھی پریشان ہوکر رک

گئی۔

"او..... اف..... مجھے دھیان ہی نہیں رہا کہ اس طرح کی حرکت میری تکلیف کا باعث بنے گی"۔ وہ اپنی ٹانگ سہلاتے ہوئے بولا۔

"بہت درد ہورہا ہے؟" رانیہ نے اس کا بازو پکڑ کر پریشانی سے دیکھتے ہوئے پوچھا۔ "بس اب ٹھیک ہے چلیں"۔ اس نے مسکراتے ہوئے اس کا ہاتھ تھپک کر کہا۔

"آرام سے آہستہ سے اتریئے گا"۔ رانیہ نے اس کا ہاتھ پکڑ کر اس کے ساتھ چلتے ہوئے کہا تو وہ اس کی پریشانی پر مسکرادیا۔ اس کے ہاتھ کا نرم کومل لمس اسے اپنی تکلیف سے بے نیاز کررہا تھا۔ گاڑی میں بیٹھ کر رانیہ نے پوچھا۔

"گاڑی چلاتے ہوئے درد تو نہیں ہوگا؟"

"نہیں، اب تو ایک جگہ بیٹھنا ہے"۔ وہ مسکراتے ہوئے بولا۔

"اور آپ کی کمر کا درد وہ انجکشن پلیز میری وجہ سے خود کو تکلیف میں نہ ڈالیں"۔

"رانیہ! کچھ نہیں ہوا گڑیا رانی! میں ٹھیک ہوں۔ پریشان مت ہو، خوش ہوجاؤ میں تمہیں تمہارے گھر لے جارہا ہوں"۔ وہ پیار سے بولا اور گاڑی اسٹارٹ کردی۔

"گھر میرے گھر حسن! کیا آپ کا گھر میرا گھر نہیں بن سکتا ہمیشہ کے لئے؟" اس نے سیٹ کی پشت سے ٹیک لگا کر سن گلاسز میں سے حسن کو دیکھتے ہوئے اپنے دل میں اسے مخاطب کر کے کہا اور اپنے آنسو ضبط کر کے باہر دیکھنے لگی۔ کتنی دیر گزر گئی دونوں کے بیچ مسلسل خاموشی حائل تھی دونوں ہی بچھڑنے کے خوف اور صدمے سے بے چین ہورہے تھے، بے قرار ہورہے تھے۔

"پلیز! کوئی بات کیجئے نا، خاموشی میں تو سفر بہت طویل لگنے لگتا ہے۔ کبھی نہ ختم ہونے والا سفر"۔ رانیہ نے ہی بالآخر چپ توڑ کر کہا۔

"کاش..... یہ سفر طویل ہوجائے اور کبھی ختم نہ ہو"۔ حسن نے حسرت بھرے لہجے میں کہا تو چند سیکنڈ کے لئے وہ خاموش ہوگئی کہ اس کے دل کی دھڑکنیں بھی تو چیخ چیخ کر یہی کہہ رہی تھیں۔

"آپ کونسی کلاس میں پڑھتی ہیں؟" حسن نے بات کرنے کے لئے پوچھا یہ وہ اب تک نہیں پوچھ سکا تھا۔

"فورتھ ایئر کا ایگزام دینا ہے"۔

"ہوں..... اور آگے کیا کرنے کے ارادے ہیں؟" وہ گاڑی سڑک پر دوڑاتے ہوئے پوچھنے لگا۔

"میں تعلیم سے متعلق ہی کسی شعبے میں جانا چاہتی ہوں"۔

"اس کی کوئی خاص وجہ ہے؟" حسن نے اس کی طرف دیکھ کر دوبارہ ونڈ اسکرین پر نظریں جماتے ہوئے پوچھا تو وہ سنجیدگی سے گویا ہوئی۔

"وجہ ہے سر! اور وہ یہ کہ میں اپنے نظام تعلیم سے مطمئن نہیں ہوں۔ ہمارا تعلیمی نظام اور نصاب کوئی سرسید احمد خان، قائداعظم، سر عبدل سلام، ڈاکٹر قدیر خان پیدا نہیں کررہے، بلکہ بے روزگار پیدا کررہے ہیں۔ آپ نے دیکھا ہوگا ہر گلی محلے میں ہر جگہ اسکول کھل گئے ہیں۔ جابجا تعلیمی ادارے بن رہے ہیں لیکن تعلیم..... تعلیم کہیں نظر نہیں آرہی۔ ہم ڈگری ہولڈرز، سند یافتہ لوگ پیدا کررہے ہیں۔ کریکٹر ہولڈر اور تعلیم یافتہ نسل گم کررہے ہیں۔ جہاں محض ڈگری کی اہمیت ہو۔ وہاں فکری اہمیت پر کون توجہ دیتا ہے۔ دکانوں اور لائبریریوں میں کتابیں تو بہت بھری ہوئی ہیں لیکن ذہن علم اور فکر سے خالی ہیں ہمارے ہاں تو بنیادی تعلیم کو کھیل سمجھا جاتا ہے اور نالائق اساتذہ کو پرائمری و ایجوکیشن کے لئے رکھا جاتا ہے حالانکہ یہ تو بنیاد ہے اور بنیاد تو کسی ماہر اسپیشلسٹ کے ذریعے ہی رکھی جانی چاہیئے۔ بنیاد غلط رکھی جائے گی تو عمارت بھی غلط ہی بنے گی اس میں حسن اور نفاست کہاں سے آئے گی۔ میٹرک فیل یا پاس اساتذہ جیسے تیسے رشوت، سفارش یا ذاتی اپروچ سے ملازمت حاصل کرنے میں کامیاب ہوجاتے ہیں اور پھر دو ڈھائی ہزار کی تنخواہ میں وہ دو ڈھائی جملے ہی پڑھا پاتے ہیں۔ بہت دکھ ہوتا ہے مجھے اپنے تعلیمی

اداروں میں رائج طریقہ تعلیم دیکھ کر یہ جو ہر سال اتنے ایم اے بے روزگار نکلتے ہیں۔ انہیں گورنمنٹ اسکولوں میں جاب دے کر بنیادی تعلیم کے لئے مضبوط ستون فراہم کرسکتی ہے۔ دنیا کے دیگر ممالک صرف تعلیم کی بدولت آسمان پر کمندیں ڈال رہے ہیں۔ سائنس وٹیکنالوجی میں ترقی کررہے ہیں اور ایک ہم لوگ ہیں مضبوط علم ودانش اور تعلیمی میراث کے ہوتے ہوئے سب سے پیچھے کھڑے ہیں۔ ہم تو اپنے ورثے کی حفاظت نہیں کرسکے۔ بہتری تو بہت دور کی بات ہے۔ کبھی کبھی میرا دل چاہتا ہے کہ میرے پاس کوئی جادو کی چھڑی آجائے میں اسے گھماؤں تو سارا نظام سارے بگاڑ درست ہوجائیں۔ ہے ناں بچکانہ خیال۔ مگر بہت افسوس ہوتا ہے اپنے ملک کی یہ حالت دیکھ کر یوں لگتا ہے ہم اپنے اسلاف کی قربانیاں ضائع کررہے ہیں۔ جس سرزمین پر ایک سگا بھائی اپنے بھائی کو ترقی کرتے خوشحال ہوتے نہیں دیکھ سکتا۔ اس زمین پر بننے والا معاشرہ وہ ملک کیسے ترقی یافتہ اور خوشحال ہوسکتا ہے ہم میں برداشت کم ہوگئی ہے اور بے حسی بڑھ گئی ہے۔ رہی سہی کسر ڈش اور کیبل نے پوری کردی ہے۔ نوجوان نسل کا اخلاق تباہ کردیا ہے یہ ملک تو اسلام کے نام پر بنایا گیا تھا لیکن اس پیارے وطن کی بدقسمتی دیکھیے کہ یہاں کام کتنے غیر اسلامی ہورہے ہیں۔ افسوس صد افسوس"۔

"بہت خوب بھئی، بہت زبردست آپ کے خیالات تو بہت میچور اور قابل غور ہیں۔ آپ تو بہت حساس اور سمجھدار ہیں۔ میں تو آپ کو چھوٹی سی بچی ہی سمجھتا رہا اب تک"۔ حسن نے اس کے خاموش ہونے پر اس کی جانب دیکھ کر مسکراتے ہوئے ستائشی لہجے میں کہا۔

"اکثر بڑے اپنے سے چھوٹوں کو بچہ ہی سمجھتے ہیں لیکن بچوں کے ساتھ مسئلہ یہ ہوتا ہے کہ ایک دن انہیں بھی بڑا ہونا پڑتا ہے"۔ رانیہ نے مسکراتے ہوئے کہا تو حسن نے گاڑی ایک پیزاہٹ کے قریب روک کر کہا۔

"صحیح کہا آپ نے کیا خیال ہے اتنی عمدہ اور پرسوچ گفتگو کی خوشی میں آپ کو پیزا نہ کھلایا جائے۔ آپ نے ناشتہ بھی نہیں کیا کچھ کھا لینا مناسب ہوگا۔ تم بیٹھو میں یوں گیا اور یوں آیا"۔ حسن نے مسکراتے ہوئے چٹکی بجا کر کہا اور گاڑی سے نکل کر پیزاہٹ میں چلا گیا۔ رانیہ کی نظر پیزاہٹ کے باہر پھولوں اور مٹھائی کی دکان پر پڑی۔ تو اچانک کچھ سوچ کر اس نے اپنے بیگ میں سے پانچ سو روپے کا نوٹ نکالا اور گاڑی کی چابی اگنیشن سے نکال کر گاڑی لاک کر کے پھولوں کی دکان میں چلی گئی۔ پھولوں کی دکان سے بڑا سا بکے اور مٹھائی کی دکان سے مٹھائی خرید کر باہر نکلی تو حسن کو گاڑی کے قریب پریشان کھڑا دیکھ کر مسکرا دی۔ سفید شرٹ اور سیاہ جینز جیکٹ میں وہ بے حد وجیہہ لگ رہا تھا۔ رانیہ کے دل میں خوشی اور محبت کا احساس جگا رہا تھا۔

"الٰہی خیر، کہاں چلی گئی رانیہ؟"

"میں بھلا کہاں جاؤں گی، یہیں تو ہوں آپ کے پاس"۔ رانیہ نے اس کے قریب آکر معنی خیز لہجے میں کہا۔

"رانیہ، رانیہ! کہاں تھیں تم، میری تو جیسے جان ہی نکل گئی تھی"۔ وہ اسے دیکھ کر سکون کا سانس لے کر بیقراری سے بولا۔ تو اس نے گاڑی کا لاک کھولتے ہوئے مسکراتے ہوئے پوچھا۔

"اب تو آگئی نا آپ کی جان، جسم میں واپس؟"

"ہاں آگئی، خبردار! جو اب واپس گئیں یہاں تو کوئی میری ڈیڈ باڈی اٹھانے والا بھی نہیں ہوگا"۔ حسن نے اس کے چہرے کو دیکھتے ہوئے معنی خیز جملہ بولا تھا وہ تڑپ گئی۔

"فار گاڈ سیک"۔ اس نے بے قراری سے کہا اور گاڑی میں بیٹھ گئی۔

"سوری، میں ایک دم سے، جذباتی ہوگیا تھا آپ بیٹھیں میں پیزا لے آؤں گاڑی میں آپ کو نہ پا کر وہیں سے خالی ہاتھ بھاگا آیا تھا۔ آئی ایم جسٹ کم انگ"۔ حسن نے نرم لہجے میں کہا اور واپس پلٹ گیا وہ

ڈرائیونگ سیٹ سنبھال کر بیٹھ گئی، چند سیکنڈ میں وہ اس کے برابر آبیٹھا۔ پیزے کی اشتہا انگیز خوشبو گاڑی میں پھیل گئی۔ پھولوں کی مہک پہلے ہی گاڑی میں پھیل چکی تھی۔

"یہ پھول اور مٹھائی آپ نے اپنے گھر والوں کے لئے خریدے ہیں۔ چلیں اچھا کیا مگر یہ تو کراچی میں بھی مل جاتے بہت اچھی شاپس ہیں وہاں بھی"۔ حسن نے پھولوں کے خوبصورت بکے کو دیکھتے ہوئے کہا تو اس نے مسکراتے ہوئے بکے اس کی جانب بڑھا کر کہا۔

"ہوں...... لیکن یہ میں نے اپنے گھر والوں کے لئے نہیں گھر والے کے لئے خریدے ہیں۔ آپ کو امتحان میں کامیابی اور پروموشن میں ترقی بہت بہت مبارک ہو"۔

"تھینکس رانیہ! تھینک یو ویری مچ۔ میں بیان نہیں کرسکتا کہ مجھے اس وقت کتنی زیادہ خوشی ہورہی ہے۔ یوں محسوس ہورہا ہے جیسے کامیابی اور ترقی کی خبر مجھے ابھی ملی ہے۔ بہت شکریہ گڑیا رانی! تم نے میری خوشی کو اپنی خوشی سمجھا"۔ حسن کی خوشی دیدنی تھی۔ وہ اس کے چہرے کو دیکھتے ہوئے بہت محبت اور تشکر آمیز لہجے میں بولا۔ اس کی آنکھوں میں خوشی سے تارے جھلملانے لگے تھے۔ جنہیں دیکھ کر رانیہ کا دل بے چین ہونے لگا۔

"اپنوں کی خوشی بھی تو اپنی ہوتی ہے بس منہ میٹھا کریں"۔ رانیہ نے مسکراتے ہوئے کہا اور مٹھائی کا ڈبہ کھول کر اس کے سامنے کردیا۔ جس میں تازہ گلاب جامن، چم چم، بالوشاہی اور باداموں والی برفی سجی ہوئی تھی۔ حسن نے اپنی من پسند مٹھائی دیکھ کر کہا۔

"میری پسند کا تمہیں کیسے پتا؟"

"اور کسے پتا ہوگا؟" رانیہ نے مسکراتے ہوئے کہا تو وہ خوش دلی سے ہنس دیا اور برفی اٹھا کر اپنے منہ میں رکھ لی۔

"اصولاً تو مٹھائی آپ کو کھلانی چاہیے تھی"۔ رانیہ نے بھی برفی کی ڈلی اٹھاتے ہوئے کہا تو وہ قہقہہ لگا کر ہنس پڑا۔ وہ بھی ہنس دی۔ حسن کو یکایک شرارت سوجھی۔

"یہ لو کھاؤ"۔ حسن نے گلاب جامن اٹھا کر اس کے منہ میں دے دی اس نے پہلے تو حیرت اور حیا سے اسے دیکھا پھر اس کے اپنی بات کے اس ردعمل پر کھلکھلا کر ہنس پڑی۔ حسن نے دنیا جہاں کی محبتیں اپنی آنکھوں میں سموئے اس کے ہنسی سے اور بھی حسین ہوتے چہرے کو دیکھا اور خوشی سے مٹھائی کھائی اور پھر پیزا اس کے سامنے کردیا۔ پچھلی سیٹ سے فلاسک اٹھایا تو اس نے پوچھا۔

"اس فلاسک میں کیا ہے؟"

"کافی ہے، میں نے ناشتے کے بعد بنالی تھی کہ راستے میں موڈ بنا تو پی لیں گے تمہیں پسند ہے کافی؟" حسن نے کپ اٹھاتے ہوئے کہا۔

"بالکل، اٹس مائی فیورٹ"۔ اس نے مسکراتے ہوئے کہا اور پیزا کھانے لگی۔

"ہوں...... مزے کا ہے"۔ پیزا کھاتے ہوئے بچوں کی طرح بولی تو اسے ہنسی آگئی۔

"کافی پی کر بتاؤ کیسی ہے؟" حسن نے کافی کا کپ اس کی جانب بڑھا کر کہا۔

"کافی بھی کافی عمدہ ہے"۔ رانیہ نے کافی کا سپ لے کر ایمانداری سے کہا۔

"شکریہ"۔ وہ ہنس دیا۔

"میڈم! آپ اپنے یہ ڈیڑھ سو روپے وہیں بھول آئی تھیں یہ لے لیں"۔ مٹھائی کی دکان کا ملازم کھڑکی کے قریب آکر بولا تو رانیہ نے اس کی طرف دیکھ کر کہا۔

"یہ آپ رکھ لیں ہماری طرف سے اپنے بچوں کے لئے مٹھائی لے جایئے گا"۔

"جی بہت شکریہ، اللہ آپ کو خوش رکھے، اللہ آپ کی جوڑی سلامت رکھے"۔

"آمین!" ان دونوں نے اس شخص کی دعا پر دل سے ایک ساتھ دل میں آمین کہا وہ شخص چلا گیا تھا۔ رانیہ نے ایک نظر حسن کو دیکھا پھر نگاہ ملانے کی تاب نہ رہی وہ اسی کو بہت محبت سے دیکھ رہا تھا۔ دونوں نے کافی ختم کرلی تو رانیہ نے ٹشو پیپر سے ہاتھ صاف کرنے کے بعد گاڑی اسٹارٹ کردی۔

"آپ ڈرائیو کریں گی؟" حسن نے فلاسک اور کپ پیچھے رکھتے ہوئے پوچھا۔ وہ تم سے ایک دم آپ کا تکلف درمیان میں لے آتا تھا۔ جس سے رانیہ کو بہت الجھن ہونے لگتی تھی۔

"جی' میں نے سوچا آپ تھک گئے ہوں گے اور آپ کی چوٹ میں مزید درد نہ ہو جائے اس لئے"۔ اس نے سن گلاسز لگا کر کہا۔ کتنا خیال تھا اسے اس کی تکلیف کا وہ سرشار ہو کر مسکراتے ہوئے بولا۔

"آپ کو ڈرائیونگ سیٹ پر دیکھ کر میں تو سمجھا تھا کہ آپ مجھے یہیں چھوڑ کر گاڑی لے کر جا رہی ہیں"۔

"میں بھلا ایسا کیسے کر سکتی ہوں۔ آپ تو میرے محسن ہیں اور اپنے محسن کو بھی کوئی اس طرح سے چھوڑ کر جاتا ہے"۔ رانیہ نے ہنس کر کہا تو جانے کیوں حسن کا دل بجھ سا گیا۔

"تو کیا یہ صرف مجھے اپنے محسن کی حیثیت سے اتنی اپنائیت' عزت اور اہمیت دے رہی ہے؟" حسن نے سوچا تو رانیہ نے اس کی طرف دیکھ کر کہا۔

"کیا سوچنے لگے آپ۔ مجھے راستہ بتائیے کس راستے پر چلنا ہے"۔

"میرے بتائے ہوئے راستے پر چلیں گی آپ؟" حسن نے ذو معنی بات کہی۔

"ظاہر ہے آپ کی رہنمائی کے بغیر میں منزل پر کیسے پہنچ سکتی ہوں"۔

"چلیں! میں آپ کو گائیڈ کرتا رہوں گا"۔ حسن نے کہا تو اس نے گاڑی آگے بڑھا دی۔

"کس طرف مڑنا ہے؟" اس نے تھوڑی دور جا کر پوچھا۔

"میری طرف"۔ اس کی زبان سے بے ساختہ یہ جملہ پھسل گیا۔ رانیہ نے معنی خیز جواب دیا۔

"جو راستہ سیدھا' صاف اور واضح ہو۔ اس کے لئے مڑنا نہیں پڑتا بڑھنا پڑتا ہے"۔

"تم بڑھنا چاہو گی؟" حسن نے بے تابی سے پوچھا تو وہ سنجیدہ لہجے میں بولی۔

"انسان کو کوشش ضرور کرنی چاہئے آگے جو اس کی قسمت"۔

"کیا آپ خود کو خوش قسمت سمجھتی ہیں؟"

"خوش قسمت ہوں' جبھی تو صحیح سلامت گھر واپس جا رہی ہوں"۔

"آپ کی باتوں سے لگتا ہے کہ آپ کے والدین نے آپ کی تربیت بہت اچھی کی ہے"۔

"الحمد اللہ! میری تربیت تو انہوں نے اچھی کی ہے۔ کاش ...... سارے والدین اور اساتذہ اپنے بچوں کی تربیت اچھی کریں۔ پتا نہیں آج کل کے والدین کو کیا ہو گیا ہے اولاد کی تربیت پر توجہ ہی نہیں دیتے۔ وہ خود رو پودوں اور گھاس پھونس کی طرح بڑھتے چلے جاتے ہیں۔ ڈش اور کیبل کی جھاڑیاں انہیں گھیرے ہوئے ہیں اور تعلیمی اداروں میں تعلیم نہیں ڈھنگ سے مل رہی تو تربیت کی کیا توقع کی جا سکتی ہے۔ حالانکہ تعلیم کے ساتھ تربیت کا ہونا لازمی ہے۔ تربیت کے بغیر تعلیم ایسے ہی ہے جیسے پانی کے بغیر نہر اور خوشبو کے بغیر پھول"۔ وہ ڈرائیونگ کرتے اور باتیں کرتے ہوئے حسن کے دل و دماغ میں اپنی شخصیت مزید اجاگر اور خوبصورت بنا رہی تھی۔

"واہ سبحان اللہ' گڑیا رانی! نظر نہ لگوا لینا گاڑی روکو میں تمہارا صدقہ اتار دوں"۔ حسن نے محبت سے اسے دیکھتے ہوئے کہا تو وہ ہنس پڑی۔ حسن نے پانچ سو کا نوٹ نکال کر اس کے سر سے وار کر اس کا ہاتھ لگوایا اور گاڑی سے اتر کر فٹ پاتھ پر بیٹھی خستہ حال بوڑھی عورت کو دے آیا وہ اسے دعائیں دے رہی تھی اور اسے دعائیں ہی تو چاہئے تھیں۔ رانیہ کو حسن کے اس عمل نے اندر سے بے چین کر دیا۔ کراچی کی حدود شروع ہو چکی تھی وہ بہت صاف سڑک پر ڈرائیو کر رہی تھی جہاں چاروں جانب درخت، سڑک پر دور دور تک ٹریفک نہیں تھی اور ایسے صاف راستے پر وہ ہمیشہ بہت تیز گاڑی چلانے کی شوقین اور

عادی تھی اب بھی یہی ہوا تھا اس نے گاڑی کی رفتار ایکدم سے بہت تیز کر دی۔ حسن نے حیرت سے اسے دیکھا اس کا چہرہ تو پرسکون نظر آ رہا تھا اس نے مسکرا کر کہا۔

"میں نے تمہارا صدقہ اس لئے نہیں اتارا تھا کہ تم تیز ڈرائیونگ کر کے خود ہی اپنی جان کو خطرے میں ڈال لو۔ کچھ میرا ہی خیال کر لو میں تو اب زندہ رہنے کی امنگ اپنے اندر محسوس کرنے لگا ہوں۔ کیا اسے ختم کرنے کے ارادے ہیں؟"

"نہیں آئی ایم سوری' اصل میں مجھے ایسی سڑک پر تیز ڈرائیونگ کی عادت سی ہے نا سوری"۔ رانیہ نے شرمندہ ہو کر کہا۔ ساتھ ہی گاڑی کی رفتار بھی کم کر دی۔

"تھینک یو لیکن اتنا تیز نہیں چلنا چاہئے کہ کوئی آپ کے ساتھ چلتے چلتے ایکدم سے بہت پیچھے رہ جائے اور پھر کبھی ساتھ چلنے کی صورت باقی نہ رہے"۔ حسن نے بہت معنی خیز اور گہرے لہجے میں کہا تو رانیہ اس کی بات کا مطلب بخوبی سمجھ گئی اس کا دل کب چاہتا تھا اس سے آگے نکل جانے کو یا اسے اپنے سے پیچھے چھوڑ جانے کو وہ تو اس کے ساتھ چلنا چاہتی تھی۔ زندگی کی آخری سانس تک مگر یہ اختیار اس کے بزرگوں کو حاصل تھا اور اس کی زندگی کا وہ فیصلہ کر چکے تھے جو اس کے دل کا فیصلہ ہرگز نہیں تھا۔ حسن سے جدائی کے احساس اور بے بسی سے اس کی آنکھوں میں آنسو امڈ آئے راستہ دھندلا گیا تو اس نے گاڑی روک دی۔

"خیریت گاڑی کیوں روک دی؟" حسن نے حیرانگی سے اسے دیکھتے ہوئے کہا۔

"جب سامنے کا منظر' نظر آنا بند ہو جائے تو انسان کو رک ہی جانا چاہئے"۔

"رانیہ! کیا ہوا گڑیا؟" حسن نے اس کی بات کا اور ہی مطلب سمجھا تھا۔ ایک دم پریشان ہو کر پوچھا اور ساتھ ہی اس کے سن گلاسز بھی اتار دیئے تو اس کی آنکھوں سے آنسو پھسلنے لگے' اب وہ اس کی بات کا مطلب سمجھا تھا بے قراری سے پوچھا۔

"سب ٹھیک ہو گیا ہے تم اپنے گھر جا رہی ہو پھر و کیوں رہی ہو؟"

"حسن! کیا وہ لوگ مجھے قبول کر لیں گے؟" اس نے روتے ہوئے اس سے پوچھا۔

"کیوں قبول نہیں کریں گے کیا وہ تمہیں نہیں جانتے۔ تمہارا کردار ان کے سامنے نہیں رہا؟"

"ہاں' لیکن ہمارے معاشرے میں تو ایک رات گھر سے باہر رہنے والی لڑکی بدکردار اور سزاوار ٹھہرا دی جاتی ہے اور میں تو پورے پانچ دن اور پانچ راتیں گھر سے دور رہی ہوں۔ پہلے اغواء اور پھر نکاح وہ لوگ میری پاکیزگی کا یقین کیسے کریں گے اور خاص کر ممانی جان' وہ تو پہلے ہی مجھے اچھا نہیں سمجھتیں"۔ وہ روتے ہوئے بولی۔

"کیوں اچھا نہیں سمجھتیں؟"

"میں نے ان کے بیٹے سے شادی کرنے سے انکار جو کر دیا تھا۔ حالانکہ حسیب بھائی مجھے اپنی بیٹی کی طرح سمجھتے ہیں تین بچے ہیں ان کے۔ بیوی بھی بہت اچھی ہے مگر یہ بات انہوں نے مجھ سے اور حسیب بھائی سے ہی کہی تھی حسیب بھائی ممانی جان سے خفا ہو گئے تھے پھر ممانی نے اپنے بھائی سے میری شادی کرانی چاہی تو میں نے اور نانو نے انکار کر دیا تھا۔ صرف جائیداد کے لئے وہ اپنے بھائی سے میری شادی کرنا چاہتی تھیں اور انکار پر میرے خلاف ہو گئیں مجھے ان کی زبان سے بہت ڈر لگتا ہے میں ان کے سوالوں کے جواب کیسے دوں گی؟"

"میں جو ہوں' میں ان کے سوالوں کے جواب دوں گا۔ میں انہیں مطمئن کروں گا میں گواہی دوں گا تمہاری پاکیزگی کی اور مجھے یقین ہے کہ تمہارے نانو تمہاری بات کا یقین کر لیں گے"۔ حسن نے ٹشو پیپر سے اس کے آنسو صاف کرتے ہوئے بہت نرمی اور اپنائیت سے کہا۔

"جو سچ ہے وہ اللہ جانتا ہے تاہم ــــــ وہ لوگ ......" وہ بے بسی سے اتنا ہی بول کر چپ ہو گئی۔

"وہ لوگ اگر پاکیزہ سوچ کے مالک ہوں گے تو تم پر یقین کریں گے تم بے فکر ہو کر گاڑی چلاؤ یا میں چلاؤں

اب؟" حسن نے اس کے ہاتھ تھپک کر کہا۔

"میں چلالوں گی آپ کو بہت پریشان کیا ہے نا میں نے"۔ وہ قدرے نادم ہو کر بولی۔

"نہیں بالکل بھی پریشان نہیں کیا البتہ حیران ضرور کیا ہے"۔ وہ بہت محبت سے بولا۔

"وہ کیسے؟" اس نے بھیگتی آنکھوں سے اسے دیکھا۔

"وہ ایسے کہ دشمن کے نرغے میں رانیہ بہت غصیلی اور مرنے مارنے کی حد تک تیز نظر آرہی تھی پھر ڈر، خوف باہر آ کر حاوی ہو گیا ابھی کچھ دیر پہلے تک بہت پرسکون اور پر اعتماد تھی۔ یکا یک پھر پریشان ہو گئیں کیوں؟"

"جب بات عورت کی عزت کی ہو تو وہ مرنے مارنے پر اتر آتی ہے۔ وہ صرف اس بات سے ڈرتی ہے کہ کہیں اس کی ذات پر اس کی عزت پر کوئی آنچ نہ آجائے جب اسے کوئی محفوظ پناہ گاہ، مضبوط سہارا مل جاتا ہے تو اس کا یہ خوف ختم ہو جاتا ہے۔ اکیلی ہوتی ہے تو شیرنی بننے کی کوشش کرتی ہے تاکہ اپنی عزت بچا سکے۔ سہارا اور پناہ گاہ ملتے ہی پرسکون ہو جاتی ہے کہ اس کی عزت کی حفاظت کرنے والا موجود ہے میں بھی آپ کے سہارے اور پناہ میں آ کر اسی لئے مطمئن ہو گئی تھی"۔ رانیہ نے اپنے دونوں ہاتھ اپنی گود میں رکھ کر نظریں جھکا کر مدھم آواز میں کہا۔

"میں اب بھی تمہارا سہارا ہوں پناہ گاہ ہوں۔ میرے جیتے جی کوئی تمہارا بال بھی بیکا نہیں کر سکتا"۔ حسن نے اس کے ہاتھ اپنے مضبوط ہاتھ میں تھام کر بہت محبت سے کہا تو جیسے اس کی روح کو قرار آ گیا دل پرسکون ہو گیا۔

"ممانی جان! اگر کوئی ایسی ویسی بات کہہ دیں تو آپ پلیز مائنڈ مت کیجئے گا"۔ رانیہ نے اس کی صورت دیکھتے ہوئے کہا تو اس نے اسے بچوں کی طرح پچکار کر کہا۔

"نہیں کروں گا مائنڈ ریلیکس بے بی! میری طرف سے کوئی بدتمیزی یا ناراضی نہیں ہوگی آخر کو میں اپنے سسرال جا رہا ہوں وہ بھی پہلی بار"۔

"تھینکس"۔ رانیہ نے شرمیلے پن سے مسکراتے ہوئے کہا۔

"کس بات کا؟" حسن نے مسکراتے ہوئے پوچھا۔

تو جواب میں وہ ہنس پڑی اور گاڑی دوبارہ اسٹارٹ کر دی۔ حسن بھی ہنس پڑا اپنی کار راستہ اس کا جانا پہچانا تھا۔ وہ آرام سے ڈرائیو کرتی ہوئی جب "رانیہ لاج" کے گیٹ کے قریب پہنچی تو اس نے حسن کی طرف دیکھا وہ بھی اسی کو دیکھ رہا تھا، نگاہیں ملتے ہی دل بھی مل گئے تھے یہ بچھڑنے کا سگنل بھی تھا۔ ان کی قسمت کا فیصلہ ہونا تھا آج۔

رانیہ نے گہرا سانس لے کر گاڑی کے ہارن پر اپنا ہاتھ رکھ دیا۔ چند سیکنڈ میں چوکیدار باہر نکلا اسے دیکھتے ہی حیرت سے اندر بھاگا گیٹ کھلتے ہی وہ گاڑی اندر لے گئی۔

"شکر ہے خدایا! میں اپنا وعدہ پورا کرنے میں کامیاب رہا"۔ حسن نے بے اختیار کہا تو رانیہ نے تشکر آمیز نظروں سے اسے دیکھا۔ اتنے میں عاشی، نانو، حسیب بھائی، نگہت بھابی، ممانی جان، منیب ماموں اور نانو بھی باہر آ گئے تھے۔

"نانو، عاشی!" رانیہ نے انہیں پکارتی ان کی طرف بھاگی تو نانو نے اپنی مہربان بانہیں پھیلا کر اسے اپنے شفیق سینے میں چھپا لیا۔ وہ ان کے سینے سے لگتے ہی پھوٹ پھوٹ کر رونے لگی نانو بھی رو رہے تھے اس کے سر، ماتھے اور ہاتھوں کو چوم رہے تھے۔ ماموں جان نے اس کے سر پر ہاتھ پھیرا۔ حسیب بھائی نے بھی اس کے سر پر ہاتھ رکھا۔ نگہت بھابی نے اسے گلے لگا کر پیار کیا۔ ممانی نے بھی منہ دیکھے کو اسے گلے لگایا اور عاشی تو دیر تلک اس سے گلے لگ کر خوشی سے روتی رہی۔ حسن گاڑی کے قریب ہی کھڑا یہ جذباتی منظر دیکھ رہا تھا اسے اپنا آپ یہاں "مس فٹ" محسوس ہو رہا تھا۔

"چلو بیٹی اندر چلو"۔ نانو نے کہا تو سب کے قدم اندر کی جانب بڑھ گئے۔ حسن کی طرف کسی نے توجہ نہ دی۔ رانیہ کو فوراً حسن کا خیال آیا۔ وہ شاید جانے کے لئے مڑا

تھا۔ جب اس نے بھاگ کر اس کا ہاتھ تھام لیا۔ حسن نے حیرت سے اس کا چہرہ دیکھا۔ جو آنسوؤں سے تر، خوشی اور اداسی سے غمزین تھا۔

"آئیں میں آپ کو نانو سے ملواؤں"۔ وہ اس کا ہاتھ پکڑ کر اسے نانو کے پاس لے آئی۔

"نانو! یہ حسن ہیں میرے محسن، یہ بہت اچھے ہیں"۔ اس نے تعارف کرایا۔

حسن نے اس کا ہاتھ بہت مضبوطی سے تھام لیا تھا یوں کہ جیسے وہ اسے کہیں نہیں جانے دے گا۔

"یقیناً بہت اچھے ہیں، حسن میاں! ہم ساری زندگی آپ کے احسان مند رہیں گے"۔ نانو نے حسن سے ہاتھ ملاتے ہوئے کہا۔

"احسان کیسا سر! یہ تو میرا فرض تھا"۔ اس نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"اور اس فرض کی قیمت کتنی وصول کرو گے؟" ممانی جان نے طنزیہ لہجے میں کہا تو سب اپنی اپنی جگہ نادم ہو گئے۔ رانیہ نے ایک لمحے کو اسے دیکھ کر ہلکے سے اس کا ہاتھ دبایا۔ حسن اس کی کیفیت سمجھ گیا تھا۔ مسکراتے ہوئے بولا۔

"فرض کی کوئی قیمت نہیں ہوتی میڈم! اور نہ ہی فرض کچھ وصول کرنے کی غرض سے ادا کیا جاتا ہے یہ اپنی اپنی سوچ کی بات ہے"۔

"اوہو، بہو تم کبھی کیا ذکر لے بیٹھیں مہمان کو بیٹھنے تو دو، ہوتی رہیں گی باتیں بھی"۔ نانو نے خجل ہو کر اور قدرے سخت لہجے میں ان سے کہا اور پھر ملازم کو آواز دے کر کہا۔

"حسن صاحب! کو ڈرائنگ روم میں بٹھاؤ اور چائے پانی پلاؤ"۔

"چلیں صاحب!" ملازم نے حسن کی طرف دیکھ کر کہا تو اس سے پہلے رانیہ نے اس کا ہاتھ چھوڑ دیا پھر حسن نے اس کے چہرے پر محبت بھری نگاہ ڈالی اور ہاتھ چھوڑ کر ملازم کے ساتھ چلا گیا۔ رانیہ کو وہ سب اپنے ساتھ ڈرائنگ ہال میں لے آئے۔ اخواہ سے اب تک کی کہانی سنی جو اس نے مختصراً کر کے سنا دی۔

حسن ڈرائنگ روم میں بے چینی کے عالم میں ٹہل رہا تھا۔ اس نے اپنے اس ہاتھ کو جو رانیہ نے تھام لیا تھا اپنے ہونٹوں سے لگا کر چہرے پر پھیرا اسے اس کے لمس کی حرارت اور مہک اب تک اپنے ہاتھ میں محسوس ہو رہی تھی اس نے اپنا وہ ہاتھ اپنے دل پر رکھ لیا۔ ملازم چائے کے ساتھ دیگر لوازمات نجانے کیا کچھ رکھ گیا تھا اور حسن نے بس اسے ٹرالی لاتے دیکھا تھا اور ان لوازمات کی طرف ایک نظر بھی نہیں ڈالی تھی کچھ کھانے پینے کو دل نہیں چاہ رہا تھا وہ بے چینی سے ٹہلتا ہوا باہر آ گیا۔ راہداری میں دور تک سرخ قالین بچھا تھا وہ یونہی چلتے چلتے ذرا دور جا کر رک گیا۔ ڈرائنگ روم کی ڈیزائننگ وال میں سے اسے رانیہ کا چہرہ دکھائی دیا اس نے کھڑے ہو کر ان سب کی باتیں سننے کی کوشش کی۔ آوازیں بہت واضح تھیں وہ رانیہ پر نظریں جمائے وہیں جم گیا۔ رانیہ کے ساتھ نانو اور عاشی بیٹھی تھی۔

"اسے روکنے کی کیا ضرورت ہے اباجی! طلاق کے پیپرز تیار ہیں۔ سائن کرائیں اور دو چار لاکھ دے کر چلتا کریں جو خود کرائے کے فلیٹ میں رہتا ہو اور سب سے بڑھ کر مجرموں کا ساتھی ہو اس شخص کے ساتھ ہماری نازوں پلی بیٹی ہرگز نہیں رہ سکتی"۔ یہ ممانی جان تھیں جو باہر کھڑے حسن کے دل پر اپنی باتوں کے نشتر چلا رہی تھیں اور اندر بیٹھی رانیہ کو بے قرار کر رہی تھیں۔

"واقعی رانیہ نے صحیح کہا تھا اس کی یہ ممانی تو منفی مزاج رکھتی ہیں"۔ حسن نے دل میں سوچا۔

"تم کیوں پریشان ہو رہی ہو۔ ہم بات کر لیں گے حسن رضا سے مگر مجھے وہ لڑکا شریف معلوم ہوتا ہے ورنہ رانیہ کو یہاں لانے کے بجائے وہیں ہم سے تاوان کا مطالبہ بھی کر سکتا تھا"۔ نانو نے سنجیدگی سے کہا۔

"یہ کام تو وہ اب بھی کر سکتا ہے دیکھ لیجئے گا طلاق نامے پر سائن کرنے کے کتنے ڈالر مانگتا ہے اس نے تو یہ نیکی بھی اس لالچ میں کی ہوگی کہ لڑکی کی ساری دولت وہ

اک اہڑپ کر سکے اسی چال کو کامیاب بنانے کے لئے اس ۔، اپنی میڈم اور اس کے ساتھیوں کو گرفتار کرادیا۔ مفت میں حسین و جمیل اور دولت مند بیوی مل گئی بھلا وہ کیوں چھوڑنے لگا"۔ ممانی جان نے کاٹ دار لہجے میں کہا۔

"ممانی! حسن ایسے نہیں ہیں۔ آپ ان کی انسلٹ کررہی ہیں"۔ رانیہ نے دبے دبے لہجے میں احتجاج کیا تو وہ غصے سے بولنے لگیں۔

"ارے تمہیں کیا پتا کہ وہ کیسا ہے۔ پانچ دن میں تم اس کو جان پہچان بھی گئیں اور انسلٹ تو ہماری ہوئی ہے۔ خاندان والوں سے اب تک یہ بات چھپا رکھی ہے ہم نے۔ ورنہ کتنی بے عزتی ہوتی تم کیا سمجھوگی۔ پانچ دن اور راتیں گھر سے باہر گزار کر آئی ہو"۔

"ممانی! اٹس تو مچ"۔ رانیہ احساس توہین اور غصے سے سرخ ہوکر چلائی اور اٹھ کر ہال سے باہر نکل گئی۔ حسن کو اس کا سرخ چہرہ نظر آرہا تھا ممانی کی سوچ پر اسے بہت افسوس ہورہا تھا وہ جانتا تھا کہ رانیہ ان کی اس بات سے کتنی ہرٹ ہوئی ہے وہ تاسف سے سر ہلاتا واپس ڈرائنگ روم میں آ گیا اور سر پکڑ کر بیٹھ گیا۔

"بہو! یہ بات صرف ہمارے اور گھر کے ملازموں کے درمیان ہے اگر گھر سے باہر نکلی تو تم ذمہ دار ہوگی تمہیں اتنی بے ہودہ بات اس معصوم بچی کے سامنے کرتے شرم آنی چاہیے تھی۔ ہمیں یقین ہے کہ وہ جیسی گئی تھی ویسی ہی واپس آئی ہے ہمیں اس کی معصومیت پر یقین ہے"۔ نانو نے سخت لہجے میں کہا۔ تو وہ منہ بسور کر بیٹھ گئیں۔

"اباجی! آپ چلیں حسن سے بات کریں اسے تو فضول بولنے کی عادت ہے"۔ منیب ماموں نے کہا۔

"چلو"۔ نانو اور منیب ماموں ڈرائنگ روم میں داخل ہوئے تو حسن کو ٹہلتے دیکھ کر نانو نے کہا۔

"برخوردار! تم بیٹھو اور یہ چائے بھی رکھی رکھی ٹھنڈی ہوگئی کچھ تو لیا ہوتا"۔

"شکریہ سر! مجھے طلب نہیں تھی"۔ حسن نے مودب لہجے میں کہا۔

"بیٹھو! اور ہمیں ساری حقیقت بتاؤ اور یہ طلاق کے پیپر ہیں ان پر دستخط کردینا"۔ منیب ماموں نے اپنی جیب میں سے کاغذ نکال کر اس کے سامنے میز پر رکھتے ہوئے کہا تو حسن کا دل ایک لمحے کو دھڑکنا بھول گیا۔ اس نے اپنا دایاں ہاتھ سختی سے بھینچ لیا۔ اسے اپنی موت کا پروانہ سامنے نظر آرہا تھا اپنے ہاتھوں اپنے ڈیتھ آرڈر پر سائن کرکے وہ ہمیشہ کے لئے رانیہ کو کھو دے گا اور پھر خواہ ہزار بار وہ اس کے سامنے چلی آئے۔ تب بھی وہ کسی صورت اسے اپنا نہیں سکے گا۔ یہ خیال اسے اندر ہی اندر تڑپا رہا تھا۔

"منیب میاں! صبر کرو، پلیز پیپرز پر دستخط صبح کرالیں گے ابھی یہ تھکے ہوئے آئے ہیں۔ رات ہمارے مہمان رہیں گے اس وقت واپسی مناسب نہیں ہوگی، رات ہونے والی ہے"۔ نانو نے منیب ماموں کو ٹوکا اور کاغذ خود اٹھالیا۔

"صحیح کہہ رہے ہیں سر! آپ واپسی واقعی مناسب نہیں ہوگی۔ رات ہی تو ہونے والی ہے"۔ حسن نے معنی خیز اور ٹوٹے ہوئے لہجے میں کہا تو نانو نے چونک کر اسے دیکھا اور پھر اس کی زبانی ساری کہانی سنی۔

☆......☆......☆......☆

"رانیہ! تم یہاں مزے سے لیٹی ہو اور ادھر نانو اور ابو تمہارے طلاق نامے پر دستخط کرانے بیٹھے ہیں"۔ عاشی نے اس کے کمرے میں آکر اسے بستر پر آرام سے لیٹے دیکھ کر کہا۔

"آپ کی اطلاع غلط ہے نانو اور ماموں نماز کے لئے جاچکے ہیں اور نانو نے ڈائی ورس پیپرز پر سائن نہیں کرائے ہیں صبح کرائیں گے"۔ اس نے مسکراتے ہوئے بتایا۔

"رانیہ! حسن بھائی بہت اچھے ہیں ناں۔ اپنی خوبصورت شخصیت کے علاوہ بھی"۔

"ہاں عاشی! وہ بہت اچھے ہیں، خوددار، غیرت مند، محنتی، لونگ، کیئرنگ، سنسیئر اور سب سے بڑھ کر بہت مضبوط کردار کے مالک ہیں وہ۔ انہیں اپنے جذبات اور احساسات پر بہت کنٹرول ہے۔ کتنے ہی لمحے ایسے آئے کہ میں خوف کے مارے کمزور پڑ گئی۔ لیکن مجال ہے جو ان کے پائے استقامت میں کوئی لغزش آئی ہو۔ ایک مرد میں اتنا ضبط میں نے پہلی بار دیکھا ہے۔ پہلی بار مجھے یہ تجربہ ہوا ہے تمہیں پتا ہے حسن ایس پی بن گئے ہیں اور انہوں نے سی ایس ایس کا ایگزام تھرڈ پوزیشن میں پاس کیا ہے کل ہی ان کا رزلٹ آؤٹ ہوا ہے"۔

"کیا تم انہیں اپنی زندگی سے آؤٹ کرسکوگی؟" عاشی نے اس کا چہرہ دیکھتے ہوئے پوچھا۔

"ایسے سوال مت کرو۔ جو دم ہی نکال دیں"۔ رانیہ نے بے قراری سے کہا۔

"اچھا! تو یہ بات ہے تم حسن بھائی سے محبت کرنے لگی ہو نا اور وہ بھی تم سے محبت کرتے ہیں مجھے ان کی آنکھیں بتارہی تھیں تم سے تو ہر کسی کو محبت ہوجائے، حسن بھائی تو ہیں ہی اتنے ہینڈسم ڈیشنگ"۔ وہ شرارت سے مسکراتے ہوئے بولی تو وہ شرمیلے پن سے ہنس دی اور تکیے پر سر رکھ کر آنکھیں موند لیں۔

"تمہاری زندگی کا فیصلہ ہونا ہے اور تم مزے میں ہو لگتا ہے کہ فیصلہ کرچکی ہو مجھے بھی بتاؤ نا"۔ عاشی نے اس کے بالوں کو چھیڑتے ہوئے کہا۔

"صبح تک انتظار کرو۔ جو میرے دل کا فیصلہ ہوگا وہ وہی ہوگا ابھی مجھے سونے دو"۔

"سوجاؤ بھئی! ابھی تو صرف ساڑھے آٹھ بجے ہیں خیر شب بخیر"۔ عاشی نے کہا اور وہ مسکراتے ہوئے حسن کے ساتھ گزرے ایک ایک پل کو اپنی روح پر حاوی پھول کی طرح مہکتا محسوس کرتے ہوئے نیند کی وادی میں چلی گئی۔

حسن ذرا دیر کو سویا تھا اور تہجد کے وقت سے جاگ رہا تھا۔ صبح اسے رات کی مانند لگ رہی تھی اس کی کیفیت سزائے موت کے اس قیدی کی سی ہورہی تھی جسے صبح سویرے فجر کے وقت پھانسی پر لٹکایا جانا ہو۔ وہ رانیہ کو کھونے کے احساس سے بے کل ہوا جارہا تھا اس کی روح احتجاج کررہی تھی دل شور مچا رہا تھا۔

"نہیں میں رانیہ کو طلاق نہیں دوں گا اور کیوں دوں۔ جب میں اس سے محبت کرتا ہوں۔ محض اس کے خاندان کا نہ ہونے اور غیر مناسب صورتحال میں نکاح ہونے سے رشتہ ختم کردینے کا تو جواز نہیں بن جاتا۔ اتنے عرصے بعد میری زندگی میں کوئی خوشی آئی ہے میں اسے اپنے ہی ہاتھوں سے ختم نہیں کرسکتا۔ رانیہ کی معصومیت محبت اور اپنائیت بھرا انداز مجھے اس کے بغیر مار ڈالے گا۔ مجھے یہاں سے چلے جانا چاہیے صبح ہونے سے پہلے ہی چلے جانا چاہیے۔ دستخط کرنے کی نوبت آنے سے پہلے یہاں سے جانا ہی مناسب ہوگا، ہوسکتا ہے کہ میرے دور جانے سے رانیہ کے دل میں بھی میری محبت پیدا ہوجائے جس کا مجھے یقین سا ہے کہ میں اکیلا نہیں ہوں اس راہ میں وہ بھی میرے ساتھ ہے اس کی مرضی سے یہ فیصلہ ہوگا تو۔ میں بے موت نہیں مارا جاؤں گا۔ ہاں مجھے نماز پڑھتے ہی چلے جانا چاہیے"۔ حسن نے دل میں سوچا اور فجر کی پہلی اذان سنتے ہی نماز ادا کی۔ رانیہ کے ساتھ کی دائمی خوشیوں کی دعا خلوص دل سے مانگی اور جیکٹ پہنی گاڑی کی چابیاں اٹھائیں اور کمرے سے باہر آگیا اس کی گاڑی پورچ پر کھڑی تھی گیٹ پر دونوں جانب لائٹس آن تھیں چودہویں کا چاند پوری آب و تاب کے ساتھ اپنی چاندنی سے کرہ ارض کو نہلا رہا تھا۔ سردی کی سرد ہوا میں اس نے گہرا سانس لبوں سے خارج کیا اور گاڑی کا لاک کھولنے لگا۔

"حسن......!" رانیہ کی آواز پر وہ بری طرح ٹپٹا کر پلٹا۔ وہ اسی نیلے سوٹ میں ملبوس اس کی سامنے کھڑی تھی اس کے شانوں تک کٹے بال ہوا میں اڑ رہے تھے چاندنی رات میں اس کا چاند سا چہرہ اور بھی حسین لگ رہا تھا کیسا خوابناک منظر تھا حسن تو بس مبہوت ہوکر اسے دیکھے گیا۔

"آپ جارہے تھے؟" رانیہ نے اس کے قریب آکر پوچھا۔

"جانا تو ہے" وہ زبردستی مسکرایا نظریں اس کے چاند چہرے پر محبت سے جمی تھیں۔

"اکیلے....؟" رانیہ نے اس کے چہرہ کو دیکھا۔

"میری قسمت" وہ بولا۔

"قسمت تو آپ کی بہت اچھی ہے"۔

"میں بھی یہی سمجھتا رہا اب تک۔ لیکن آپ کی قسمت بہت اچھی ہے"۔

"میری تو ہے شکر ہے اللہ کا۔ یہ ڈائی ورس پیپرز ہیں نانو نے کہا تھا کہ میں صبح آپ سے سائن کرالوں"۔ اس نے پیچھے کیا ہاتھ اس کے سامنے کرتے ہوئے کہا ہاتھ کا یہ کاغذ جس سے بچنے کی خاطر وہ سب سے چھپ کر جا رہا تھا وہ ہی پھر سے سامنے آ گیا تھا اس نے بے چینی سے آسمان کی جانب دیکھا وہ اپنی دعاؤں کا اثر ڈھونڈ رہا تھا شاید۔

"دستخط کر دیجئے" رانیہ نے دوبارہ کہا تو اس نے بے بسی سے اسے دیکھا اور تیزی سے مڑ کر گاڑی میں جا بیٹھا۔ گاڑی بھی اس کے دیئے ہوئے پھولوں سے مہک رہی تھی۔ اس نے تڑپتے دل کی آواز کو سختی سے نظر انداز کیا کانپتے ہاتھوں سے اسٹیئرنگ سنبھال کر گاڑی اسٹارٹ کی۔ تو رانیہ بھاگ کر گاڑی کے سامنے آ کھڑی ہوئی اور طلاق کا کاغذ پھاڑ کر اس کے ٹکڑے گاڑی کی ونڈ اسکرین پر اچھال دیئے حسن کی حیرت دیدنی تھی اس نے گاڑی بند کی اور تیزی سے باہر نکل کر اس کی طرف آیا اور بے تابی سے پوچھا۔

"یہ تم نے کیا کیا؟"

"وہ ہی جو آپ چاہتے تھے" وہ بڑی ادا سے مسکراتے ہوئے بولی۔

"تم..... جانتی تھیں کہ میں..... تم سے"؟

"ہوں!" وہ شرمیلی ہنسی ہنس دی۔ حسن نے آسمان کی طرف دیکھا اور بولا۔

"یا اللہ تیرا احسان ہے پروردگار تو نے اتنی جلدی میری دعا قبول کر لی"۔

"کونسی دعا؟" رانیہ نے انجان بن کر پوچھا۔

"تمہارے ساتھ کی دعا"۔ وہ اس کے چہرے کو پیار سے دیکھتے ہوئے بولا وہ اس وقت اتنی پیاری ڈیشن لگ رہی تھی کہ محبت کا دیوتا بھی اس پر عاشق ہو جاتا۔

"تم نے کاغذ پھاڑ دیا نانو ناراض تو نہیں ہوں گے؟" وہ پوچھ رہا تھا۔

"نہیں نانو نے تو مجھے خود کہا تھا کہ تم سمجھدار ہو۔ تم جو فیصلہ بھی کرو گی ہمیں قبول ہو گا"۔

"تو یہ تمہارا فیصلہ ہے" وہ خوشی سے دیوانہ ہوتے ہوئے بولا۔

"نہیں یہ فیصلہ دل کا بھی ہے"۔ اس نے نظریں جھکا کر شرمیلی مسکان لبوں پر سجا کر مدھم آواز میں اپنی محبت کا اعتراف کیا تو حسن نے بے خود ہو کر اس کے ہاتھ تھام لئے۔

"رانیہ رانیہ تم میرے ساتھ اس چھوٹے سے فلیٹ میں رہ لو گی؟"

"نہیں"۔ وہ بولی۔

"تو اور کہاں رہو گی؟" وہ ایکدم سے پریشان ہو گیا تو وہ ہنس کر بولی۔

"آپ کے دل میں"۔

"اوہ..... میری گڑیا رانی میری زندگانی میرے دل میں تو تم روز اول سے مقیم ہو"۔ حسن نے محبت اور مسرت سے بے قابو ہو کر اسے اپنی بانہوں میں بھر کر پیار سے کہا تو وہ روح تک سے سرشار و شاداں ہوتے ہوئے شرمیلے پن سے بولی۔

"بس ٹوٹ گیا ضبط"۔

"شریر..... اب بھی آزماؤ گی"۔ حسن نے اس کے چہرے کو چاہت سے دیکھتے ہوئے کہا۔

"نہیں" رانیہ نے نفی میں سر ہلایا اور شرما کر ہنس پڑی۔ حسن کی ہنسی بھی اس کی مدھر ہنسی میں شامل ہو گئی اور انہیں لگا کے چہار اطراف پھیلی چاندنی بھی ان کے ساتھ ان کی محبت اور مسرت کے آغاز پر انہی کی طرح ہنس رہی ہے۔

☆☆ختم شد☆☆